شعبۂ تعمیر و ترقی
دار العلوم ندوۃ العلماء
لکھنؤ

تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

ذیقعدہ ۱۶ ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۵ جنوری ۱۹۷۰ع

اڈیٹر ــــ سید محمد الحسنی
معاون ــــ سعید الاعظمی ندوی

★ چندہ سالانہ آٹھ روپیہ ۞ قیمت فی پرچہ ۳۵ پیسے ★

Regd No. L 1981
FORTNIGHTLY
TAMEER - E - HAYAT
Phone 7294
Darululoom Nadwatululama, Lucknow. (India)

مکتبہ دار العلوم کی دوسری مطبوعات

مسئلۂ ختمِ نبوت — علم و عقل کی روشنی میں

تالیف: مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی ندوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء

اس کتاب میں مسئلۂ ختمِ نبوت کو ٹھوس علمی و تحقیقی انداز میں ثابت کیا گیا اور عقیدۂ ختمِ نبوت کی اہمیت اور ضرورت کو خالص علمی و عقلی دلائل سے واضح کیا گیا ہے، ہر صاحبِ عقلِ سلیم اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ختمِ نبوت کا قائل ہو جائیگا، قادیانیت کے طلسم میں گرفتار اور عقیدۂ ختمِ نبوت میں شک و شبہ کرنیوالے افراد کے حق میں یہ فاضلانہ تصنیف روشنی کا ایک عظیم منارہ ہے! قیمت :- ۲ روپئے ۲۵ نئے پیسے

منثورات

از مولانا ابو الحسن علی ندوی

[illegible]

قیمت [illegible]

دہلی اور اسکے اطراف

[illegible]

قیمت مجلد [illegible]

جزیرۃ العرب

[illegible]

قیمت [illegible]

تذکرہ حضرت مولانا فضل رحمٰن

[illegible]

قیمت [illegible]

معلم الانشاء

از مولانا عبد الماجد صاحب ندوی و مولانا محمد رابع صاحب ندوی

[illegible]

حصہ اول (مولانا عبد الماجد ندوی) قیمت ۱/۸۵
حصہ دوم (" " ") ۲/۶۲
حصہ سوم (مولانا محمد رابع ندوی) ۲/۵۰

الأدب العربي

بين عرض ونقد

از مولانا سید محمد رابع ندوی۔ ادیب اول (دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

عربی ادب کی تاریخ اور تنقید کے موضوع پر ہندوستان میں یہ سب سے پہلی کوشش ہو جو الادب العربی بین عرض و نقد کے نام سے عربی زبان میں دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے پیش کی ہے۔ اس کتاب میں عربی ادب کی تاریخ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہو اور یہ تین بڑے حصوں پر مشتمل ہے۔
ادب کی حقیقت ۞ تنقید و تجزیہ ۞ ادبی نمونے
مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کے مقدمہ کے ساتھ خوبصورت عربی ٹائپ پر یہ کتاب چھپ کر آگئی ہے۔
(قیمت صرف چار روپے)

Cover Printed at NADWA Press, Lucknow

قوت کا صحیح استعمال

نوجوانو! مجھے یہ صفائی کے ساتھ کہنے دو کہ خاموشی، سکون، خلوت نشینی اور منفردانہ زندگی اسلام نہیں ہے۔ اسلام جدوجہد، سعی وعمل اور سرگرمی ہے وہ موت نہیں وہ حیات ہے۔ اس کا فرمان لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (نجم) انسان کے لئے وہی ہے جو وہ کوشش کرے۔

اور

کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ رَهِیْنَةٌ (مدثر) ہر جان اپنے کام کے ہاتھوں گرو ہے۔ وہ سرتاپا جہاد اور مجاہدہ ہے لیکن خلوت میں بیٹھ کر نہیں بلکہ میدان میں نکل کر، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمہارے سامنے ہے، خلفائے راشدین کی زندگی تمہارے سامنے ہے، عام صحابہ کرام رض کی زندگی تمہارے سامنے ہے وہی تمہارے لئے نمونہ ہے اور اسی میں تمہاری نجات ہے اور وہی تمہاری ذریعہ فلاح ہے اور وہی ترقی اور سعادت کی راہ ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام۔ بودھ کے پیغام کی طرح ترک خواہش نہیں ہے بلکہ تصحیح خواہش ہے محمد صلعم کا پیغام حضرت مسیح کے پیغام کی طرح دولت اور قوت کی تحقیر اور ممانعت نہیں ہے بلکہ ان کے حصول اور صرف کے طریقوں کی درستگی اور اس کے صحیح استعمال اور مصرف کا تعین ہے۔

مولانا سید سلیمان ندوی رح

(خطبات مدراس صفحہ ۱۹۰)

۱۶

ذیقعدہ ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۵ر جنوری سنہ ۱۹۷۰ء	پندرہ روزہ **تعمیر حیات** لکھنؤ شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ انڈیا	چندہ سالانہ آٹھ روپے ششماہی چار روپے فی پرچہ ۳۵ پیسے
جلد نمبر ۷	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	شمارہ نمبر ۶

فکر و نظر بے حکمت و بے معنی ہیں اگر حقیقت کا ادراک نہ ہو

اسلامک اسٹیڈیز کانفرنس کے چھٹے آل انڈیا اجلاس (اعظم گڈھ) میں مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کا افتتاحی خطاب

جناب صدر و فضلائے مجلس۔ ایسے موقر علمی مجلس کے افتتاح کے فرائض انجام دینا ایک بڑا علمی اعزاز ہے جس کیلئے میں خدمہ داروں کا شکر گذار ہوں لیکن ڈرتا ہوں کہ کہیں میری گذارشات داخل در معقولات ثابت نہ ہوں خاص طور پر برادر محترم فاضل گرامی مولانا شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی کے فاضلانہ خطبۂ استقبالیہ کے بعد اگر میں کچھ عرض کروں تو مجھے اندیشہ ہے کہ اہل ذوق اس مجلس سے انہیں تو یہ شعر پڑھتے ہوئے نہ سنے جائیں۔ ؎ داستان فصل گل خوش می سرایید عندلیب ۞ زاغہا آشفتہ ترگفتند ایں افسانہ را۔

مجھے امید ہے کہ آپ اپنی کریم النفسی سے میری آشفتہ بیانی گوارہ کریں گے۔

حضرات! ہندوستان کے اسلامی دور سے متعلق اور اس ملک میں ہندوستانی مسلمانوں نے جو علمی و تصنیفی خدمات انجام دئیے ہیں ان کے متعلق اکثر ضروری باتیں خطبہ استقبالیہ میں آگئی ہیں انمیں کوئی معتد بہ اضافہ کرنا تو مشکل ہے لیکن میں چند پہلوؤں کی طرف خاص توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

آٹھویں صدی کے بعد علمی و فکری اعتبار سے عالم اسلام پر ایک اضمحلال سا طاری ہوگیا اس دور میں دماغ تھکے تھکے اور دل بجھے بجھے نظر آتے ہیں، افکار میں کوئی جدت اور اچھوتا پن اور تصنیفات میں کوئی نیا خیال یا ORIGINALLTY (جسکو ہم عربی میں ابداع یا ابتکار سے تعبیر کرتے ہیں) عام طور پر نظر نہیں آتی مقدمۂ ابن خلدون کے علاوہ کوئی ایسی تصنیف نہیں ملتی جس میں اجتہادی شان ہو، اور جدت فکر اور ندرت خیال نمایاں ہو، ہاں حدیث کا فن جو اس وقت کے مسلمانوں کا محبوب ترین موضوع تھا اس سے مستثنیٰ ہے کہ اس فن میں فتح الباری جیسی عظیم تصنیف اسی دور کی ہے۔

عام طور پر اس کی توجیہ تاتاریوں کے حملے کی جاتی ہے اور اسی کو اس کا اصل ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے لیکن اس میں گفتگو کی گنجائش ہے میرے نزدیک تنہا تاتاریوں کا حملہ اس کا ذمہ دار نہیں۔ اس کے کچھ اور بھی زیادہ گہرے اور دور رس اسباب ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں یہ ایک مستقل موضوع ہے جس پر ابھی کام کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن اس کلیہ سے ہمارا ملک مستثنیٰ ہے کیونکہ آٹھویں صدی کے بعد بھی ایسی شخصیتیں پیدا ہوئیں جن کے یہاں جدت فکر اور اقبال کے الفاظ میں "جراءت اندیشہ" پائی جاتی ہے۔ ملا محمود جونپوری، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، ان کے نامور فرزند حضرت شاہ رفیع الدین اور ان کے پوتے شاہ اسماعیل شہید نیز مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے یہاں نئے مضامین ملتے ہیں۔ جہاں تک معارف و حقائق، عمیق و دقیق علوم اور لطیف مضامین کا تعلق ہے۔ شیخ شرف الدین یحییٰ منیری، شیخ احمد سرہندی اور مجدد الف ثانی کے مکتوبات کی نظیر پورے اسلامی کتب خانہ میں نہیں ملتی، پہلا قابل لحاظ پہلو یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں نے اپنی صلاحیتیں اور توانائیاں تنہا دینی علوم تفسیر، حدیث و فقہ ہی پر صرف نہیں کیں جن میں سب مسلمان برابر کے شریک ہیں اور عربوں کی بھی ان پر اجارہ داری نہیں بلکہ انھوں نے عربی لغت و زبان اور علوم بلاغت کے ذخیرہ میں قابل قدر اضافہ کیا۔ ان کی یہ جراءت قابل داد ہے کہ انھوں نے عربی میں

(لغت) میں بھی اپنی قابلیت اور اپنے تفوق کا ثبوت دیا۔ سب جانتے ہیں کہ عربی معاجم کے ابتدائی ماخذ میں "العباب الزاخر" بھی ہے جو ایک ہندی علامہ صغانی لاہوری کی تصنیف ہے۔ شاید دنیا کے کسی زبان میں کسی مستند لغت کی شرح کا خیال کسی کو نہ پیدا ہوا ہو لیکن علامہ مرتضیٰ بلگرامی نے جن کو "زبیدی" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور بہت سے ہندوستانی فضلاء بھی نہیں جانتے کہ وہ ہندی نژاد اور بلگرام کے سادات خاندان کے چشم و چراغ تھے) عربی کے مشہور و مستند لغت "القاموس" کی شرح تاج العروس کے نام سے دس جلدوں میں لکھی، جو باریک مصری ٹائپ کے پانچ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ علوم بلاغت میں ملا محمود جون پوری کی کتاب "الفرائد" اور دور آخر میں مولانا حمید الدین فراہی کی کتاب "جمہرۃ البلاغۃ" میں نئے خیالات ملتے ہیں اور مجتہدانہ فکر نظر آتا ہے۔ فلسفہ لغت بڑا نازک فن ہے جو اہل زبان ہی کا حصہ ہے۔ لیکن اس میں جسٹس کرامت حسین کی کتاب "فقہ اللسان" ادبائے عرب کی نگاہ میں بھی وقعت رکھتی ہے۔

دوسرا پہلو جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ علمی و فنی مصطلحات کی تشریح کا فن بڑا نازک فن ہے غیر اہل زبان کا اس فن کو ہاتھ لگانا بڑا مشکل کام ہے لیکن یہ بات موجب حیرت ہے کہ عربی کے وسیع ذخیرہ میں جو دو سب سے مستند کتابیں سمجھی جاتی ہیں وہ دونوں ہندوستانی علماء کی تصنیف ہیں۔ ایک بارہویں صدی ہجری کے ایک عالم مولانا محمد اعلیٰ تھانوی کی کشاف اصطلاحات الفنون، دوسرے اسی صدی ہجری کے عالم مولانا عبد النبی احمد نگری کی کتاب دستور العلماء۔

تیسرا قابل لحاظ پہلو یہ ہے کہ یہاں بارہا ایک آدمی نے وہ کام کیا ہے جو یورپ میں اکیڈمی کرتی ہے "معجم المصنفین" ایک فرد واحد مولانا محمود حسن خاں ٹونکی کا عظیم تصنیفی کارنامہ ہے یہ ساٹھ جلدوں اور بیس ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں چالیس ہزار اشخاص کا تذکرہ ہے۔

حضرات! ان چند اشارات کے بعد میں آپ کی خدمت میں کچھ اور معروضات بھی پیش کرنا چاہتا ہوں میں معذرت کے طور پر عرض کروں گا ~

چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی

یہ مجلس اسلامیات ہے یہاں اسلامیات کے مختلف موضوعات پر کام ہوتا ہے، میں عرض کروں گا کہ اسلام کو اسلامیات سے جدا نہیں کیا جا سکتا، صحیح طور پر اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا، بلکہ اس کا صحیح تصور و تخیل بھی مشکل ہے جب تک اس کے سرچشمہ کو سمجھ لیا جائے اور اس سے کسی درجہ میں تعلق نہ ہو جس سے اسلامیات کی ابتدا ہوئی ہے اور جس سے اس موضوع میں معنویت، قدر و قیمت اور آفاقیت پیدا ہوئی ہے، اور اسی نسبت و تعلق کی بنا پر یہ ساری دنیا کا مرکز توجہ بن گیا ہو یہاں تک کہ مستشرقین کو بھی اس پر اپنی توجہ مرکوز کرنی پڑی، میری مراد اس محبوب اور عہد آفریں شخصیت سے ہے جس کا نام نامی محمد رسول اللہ ہے (نفوسنا وارواحنا فداہ)

زباں پہ بارِ الٰہا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کیلئے

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

جس طرح لسانیات کے میدان میں کسی زبان کا اداشناس بننا، اسکے قلب و جگر میں اترنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اس زبان کے بولنے والوں کی کیفیات اپنے اوپر طاری نہ کر لی جائیں اور اس ماحول میں منتقل نہ ہو جایا جائے جس میں اس زبان کی نشوونما ہوئی۔ اور جب تک اس قوم کا نفسیاتی و تاریخی پس منظر سامنے نہ ہو اور اسکے عقائد و مسلمات سے واقفیت نہ ہو، اسی طرح اسلامیات پر کوئی موثر تصنیف اس وقت تک نہیں لکھی جا سکتی جب تک کہ اسلامیات کے اصل سرچشمہ سے کسی حد تک اعتقادی اور کسی درجہ میں جذباتی تعلق نہ ہو اور وہ کیفیات طاری نہ ہو جائیں جو ایک عقیدہ اور جذبہ رکھنے والے انسان پر طاری ہوتی ہیں، اگر یہ نہیں تو سب کاغذی پھول ہوں گے۔ میں علمی مباحث، تحقیق و جستجو اور RESEARCH کی تحقیر نہیں کرتا میرا جس خانوادہ، جس ادارہ اور جس تحریک سے تعلق ہے وہ مجھے اس کی اجازت نہیں دیتی۔ میں اس کا دل سے قدرداں ہوں، لیکن اتنا کہنے کی ضرور جسارت کروں گا کہ فکر و نظر اور تحقیق و جستجو بے حکمت و بے معنی ہے اگر حقیقت کا ادراک نہ ہو اور ان علمی کاوشوں میں زندگی کا کوئی پیغام نہ ہو۔

اقبال نے صحیح کہا ہے ~

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا
شاعر کی نوا ہو کہ مغنی کا نفس ہو
جس سے چمن افسردہ ہو وہ بادِ سحر کیا

آپ کہیں گے کہ یہ ایک علمی و تحقیقی مجلس ہے اس میں "شاعر کی نوا" اور "مغنی کے نفس" کا کیا سوال؟ میں پھر اقبال ہی کے الفاظ میں عرض کروں گا۔ ~

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر

حضرات!

میرے الفاظ سے اگر کچھ گرانی ہوئی ہو تو امید ہے کہ آپ اسے معاف فرمائیں گے۔ اس کی ذمہ داری مجھ پر کم اور اس افتتاح کے لئے میرا انتخاب کرنے والوں پر زیادہ ہے۔

تعمیرِ حیات
کا اگلا شمارہ
حج نمبر ہوگا
جو
۱۰ فروری کو منظر عام پر آ رہا ہے

جہاد اور اسرائیل

از
مولانا عبد الرؤف خاں
رحمانی جھنڈانگری

آخری قسط

"وجاهدوا في سبيل الله باموالهم وانفسهم اولئك اعظم درجات عند الله واولئك هم الفائزون"

"یعنی جو لوگ کہ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا۔۔ اللہ کے راستہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے ان کا مقام خدا کے یہاں بہت بلند ہے یہی لوگ کامیاب ہیں" (سورہ توبہ)

ایسے ہی لوگوں سے متعلق کسی نے کیا خوب کہا ہے ~

مرے شہید ہے مارے تو پھر وہ غازی ہے
یہ راہ وہ ہے کہ دونوں میں سرفرازی ہے

سورہ حجرات میں ایسے لوگوں کو عزم کا دھنی اور صادقوں کا معزز خطاب دیا گیا ہے جو جہاد میں اپنی جانی و مالی۔۔ قربانی پیش کرتے ہیں اور مخالفین اسلام کا رخ موڑ دیتے ہیں۔

"انما المؤمنون الذين آمنوا بالله ورسوله ثم لم يرتابوا وجاهدوا باموالهم وانفسهم في سبيل الله اولئك هم الصادقون" (حجرات)

"یعنی ایمان دار وہ لوگ ہیں جو خدا کی خالص توحید اور رسول کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں پھر خدائی احکام میں کبھی شک و شبہ نہیں کرتے اور اپنے مالوں اور جانوں کے ذریعہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں یہی لوگ سچے ہیں۔"

آیات متذکرہ بالا سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا ہے کہ ایسے پر آشوب و پرخطر حالات میں مسلمانوں کا کیا کردار ہوتا ہے؟ اور پھر کس جواں مردی و پامردی سے اپنا سب کچھ اس راہ میں لٹا کر مخالفین اسلام کا قلع قمع کرتے ہیں جس کے صلہ میں عزت و سرفرازی اور آخرت میں کامیابی و سرخروئی عطا کی جاتی ہے، ایسے ہی میدان کارزار کے متعلق اقبال مرحوم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب لکھا ہے ~

در جہاں نتواں اگر مردانہ زیست
ہمچو مرداں جاں سپردن زندگی است

ایسے نازک حالات میں مالی ایثار و سخاوت و فیاضی و حوصلہ مندی کے ساتھ مجاہدین کی تنظیم میں حصہ لیں اور فلسطین کی آزادی اور مقامات مقدسہ کی تحفظ کے لئے تمام مسلمانان عالم مل کر جد و جہد کریں اور خدا کا نام لے کر میدان جہاد میں اتر جائیں۔ گیدڑ کی صد سالہ زندگی سے تو کہیں بہتر ہے کہ چند لمحہ شیروں کی طرح باعزت زندگی گزاری جائے ایسی زندگی سے تو موت کہیں عمدہ ہے کہ جس میں عزت و ناموس سسک سسک کر دم توڑ رہی ہوں۔ یہی پیغام حیات اقبال نے ہمیں دیا ہے ~

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

ہمیں اپنی آزادی اور عزت و ناموس کے لئے لڑنا ہے ورنہ ہماری سخت بے غیرتی ہوگی کہ ہمارے سامنے ہی ہمارے مقدس مقامات کی بے حرمتی ہو۔ غیروں کی غاصبانہ حکومت ہو اور ہم اس کے استخلاص و آزادی کے لئے کوئی فکر نہ کر سکیں۔

اگر ہم نے اپنی یہ حالت نہ بدلی تو آنے والا مستقبل کا مورخ ہماری اس بے حرمتی کو اجاگر کر کے رکھ دے گا کہ خلاف سنہ فلاں دور میں ایسی بے حس و بے غیرت اور مردہ ضمیر قومیں موجود تھیں جنہیں اپنے آبرو کی فکر نہ تھی، اپنی عزت کا لاج نہ تھا، اور پھر دنیا کی قومیں ہمارے اس تاریخ کو پڑھ کر ہمارے نام پر لعنت بھیجنے کے سوا اور کیا کر سکتی ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اور پھر یہ بھی نہیں یاد رکھئے کہ جن قوموں نے اپنی تاریخ بھلا دی ہے وہ ذلت و پستی کی انتہا کو پہونچ گئی ہیں، اگر ہم اپنی تاریخ کو بھول گئے تو ذلت و مسکنت ہمارے اوپر مسلط ہو کر رہے گی۔

ایسے نازک لمحات میں اگر دولت کی ضرورت ہو تو حاتم بن کر اس کمی کو پورا کیجئے اور جان کی ضرورت ہو تو سیف اللہ خالد و محمد بن قاسم و طارق بن زیاد جیسے جانباز و سرفروش مجاہد بنئے۔

لیکن اس کے برعکس اگر ہم جانی و مالی قربانیوں کے پیش کرنے سے دور اور قاصر رہے اور ہم نے بھرپور اعانت و امداد نہ کیا، تو یہ بزدلی و دل تنگی ہماری جماعتی وقار اور ساکھ کو مٹی میں ملا کر رکھ دے گی۔ اگر ہم نے اپنا جمود و تعطل و بے حسی ختم نہ کیا تو پھر ہم صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیئے جائیں گے اور ہماری جگہ دوسری حوصلہ مند جماعت لائی جائے گی اور ہم احتساب آخرت کے لئے دھر لئے جائیں گے۔ ارشاد الٰہی ہے:

ها أنتم هؤلاء تدعون لتنفقوا في سبيل الله فمنكم من يبخل فانما يبخل عن نفسه والله الغني وانتم الفقراء وان تتولوا يستبدل قوما غيركم ثم لا يكونوا امثالكم۔ (محمد)

(یعنی تم وہ لوگ ہو کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلائے جاتے ہو تو تم میں ایسے اشخاص بھی ہیں جو بخل کرنے لگتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے وہ اپنے آپ سے بخل کرتا ہے۔ خدا بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو۔ اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہاری جگہ اوروں کو لے آئے گا اور وہ تمہاری طرح نہیں ہوں گے۔)

غیرت حق ایسے افسردہ اور بے عمل قوم سے ایک نہ ایک دن ضرور احتساب کرے گی اور کیا عجب کہ انتقاماً اسی قوم کی جگہ دوسری باکردار قوم کو

عروج وفروغ عطا ہو۔ ارشاد ہے:

"ان یشاء یذہبکم ایہا الناس ویات باخرین وکان اللہ علی ذلک قدیرا۔"

(یعنی اگر وہ چاہے تو تمہیں فنا کر دے، اور تمہاری جگہ اوروں کو پیدا کر دے، خدا اس بات پر قادر ہے۔)

قوم کے وہ افراد جن کا جماعتی زندگی میں اثر ہے بالخصوص ان کے لئے یہ نازک موقعہ لمحۂ فکریہ کا درجہ رکھتا ہے۔ انھیں ایسے موقعہ پر قطعی غافل و بے حس نہیں رہنا ہے بلکہ منظم طور پر جہاد کے لئے افرادی و مالی قوتوں کے مجتمع کرنے میں پوری کوشش کرنی چاہیئے اور اپنی کوشش سے کھوئے ہوئے وقار کو واپس لانا ہے لیکن اگر انھوں نے کوئی توجہ نہ کیا تو یہ بڑا جماعتی جرم ہوگا جس کا خمیازہ پوری قوم کو اٹھانا ہوگا اور اس خسارہ کا انہیں ذمہ دار بننا ہوگا، ایسے جماعتی مجرموں کے بارہ میں جن کی بے توجہی پوری قوم کی بے توجہی و بے حسی کی باعث بن جاتی ہے۔ قرآن کریم میں بہت سخت وعید وارد ہے چنانچہ ارشاد ہے:

ولیحملن اثقالھم واثقالا مع اثقالھم ولیسئلن یوم القیامۃ عما کانوا یفترون (عنکبوت)

(یعنی یہ اپنے بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ دوسروں کے بوجھ کو بھی اور جو بہتان باندھتے رہے قیامت کے دن ان کی اس سے ضرور باز پرس ہوگی)

لیکن بھولئے نہیں کہ قوم کے موثر اشخاص اگر جہاد سے جی چراتے ہیں اور جان و مال کی قربانی پیش کرنے میں پس و پیش کرتے ہیں اور آپ ان کے نقش قدم کی پیروی کرتے ہیں تو اپنی اس بے فکری کے ذمہ دار آپ بھی ہوں گے۔ آپ کے لئے یہ جملہ جواز کا باعث نہ بن سکے گا کہ فلاں بابو نے نہیں کیا تو ہم کیا کر سکتے ہیں، ہمارا کیا اثر ہے، ہم تو فلاں صاحب کے منتظر تھے، خدا کے یہاں ایسے مکروفریب بے کام نہ چل سکے گا اور اپنی بے پروائی اور غفلت و بے حسی کا خمیازہ آپ کو بھگتنا ہوگا ارشاد ہے:

(واتقوا فتنۃ لاتصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ واعلموا ان اللہ شدید العقاب) انفال

"اور اس عذاب سے ڈرو اور جو صرف انھیں لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں گنہگار ہیں (بلکہ تمہیں بھی سزا ملیگی) اور جان رکھو کہ خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔"

اب جہاں تک موجودہ مسلمانوں کے ساتھ پیش آنے والے حالات کا تعلق ہے اس سے تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے خدائی حکم "جہاد" کو الوداع کہکر دنیا فانی سے محبت شروع کر دی ہے اس کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ ملعون و مغضوب قوموں کا سا سلوک ہو رہا ہے۔ اگر موجودہ مسلمانوں میں صحابہ کرام خیر القرون کے مسلمانوں کی طرح اللہ کی راہ میں جہاد کر کے میدان کارزار میں جام شہادت نوش کرنے کا ولولہ بیدار ہو جائے تو خدا کی رحمت ہمیں آج بھی اپنے دامن میں جگہ دے گی اور کامیابی ہمارے قدم چومے گی ۔

عشق گر زبان دہد از جان شیریں ہم گزر   عشق محبوب است و مقصود است و جان مقصود نے

آج اسرائیلیوں کے ناپاک وجود نے مسجد اقصیٰ کے ایک حصہ میں آگ لگا دی ہے، اسے مسمار کرنے کا عزم کر لیا ہے، اس چراغ کو گل کرنے کا ارادہ بد کر لیا ہے جو سب کے لئے مشعل ہدایت ہے۔ اسرائیل نے اپنے اس تازہ ترین جارحانہ اقدام میں صرف عرب کو نہیں بلکہ مسلمانان عالم کو چیلنج دیا ہے، اور غیرت خداوند کو للکارا ہے۔ انہیں اس کا خمیازہ جلد ہی بھگتنا ہوگا قدرت انہیں عبرت آموز سبق دے گی۔

اکبر الہ آبادی مرحوم نے کیا خوب لکھا ہے۔

آسمانی توپ چلتی ہے کہیں صدیوں کے بعد
لیکن اڑ جاتی ہیں ساری غفلتیں اک فیر میں

اسرائیل کے اس شرمناک اور اشتعال انگیز رویہ سے تمام مسلمانان عالم کو عظیم صدمہ پہونچا ہے۔

ایسے موقعہ پر ضرورت اور سخت ضرورت ہے کہ ہم جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اور اسرائیل کے اس ناپاک اور مجرمانہ حرکت کا تدارک وسدباب کریں۔ اسرائیل تو کیا تمام دشمنان اسلام کے قدم اکھڑ سکتے ہیں مگر شرط اولین استقامت و مقاومت وجہاد فی سبیل اللہ کی ہے۔

آخر میں ہم عرب مسلمانوں اور ان کی حکومتوں کی کوششوں کو بھی ہزارہا ہزار آفرین کہتے ہیں جو اسرائیل کے غاصبانہ کارروائیوں اور جارحانہ اقدامات کے خلاف ان کے تدارک وتلافی کے لئے انجام دی جارہی ہیں۔ خاص کر جلالۃ الملک فیصل کی کوششوں کو تحسین پیش کرتے ہیں جن کی خصوصی سعی جمیل سے اسلامی چوٹی کانفرنس منعقد ہوئی، اور والی مراکش شاہ حسن ثانی بھی عالم اسلام کے مبارک باد کے مستحق ہیں جنہوں نے بڑی بیدار مغزی اور عظم درد مندی سے رباط میں اس کے انعقاد کا اہتمام کیا۔ ساتھ ہی ہم عرب چھاپہ مار مجاہدین کے لئے دعا گو ہیں کہ اللہ ان کے دست و بازو میں قوت عطا کرے اور ان کے عزائم و حوصلوں میں پختگی و استقامت بخشے ۔۔۔ بطور فال خیر۔ یہ بھی عرض کئے دیتا ہوں کہ مجاہدین کی تنظیم "الفتح" میں عالم اسلام کی فتوحات کا راز مضمر ہے۔ ضرورت صرف خلوص و جد و جہد کی ہے ورنہ کامیابی میں کچھ دیر نہیں ہے۔

مسلمانان عالم کے لئے مسجد اقصیٰ اور دوسرے مقامات مقدسہ کی حرمت و ناموس پر قربان ہونا ارین کی عظیم ترین سعادت ہے اور بیت المقدس کو اسرائیل کے شیطانی غلبہ سے نجات دلانا وقت کا انتہائی اہم تقاضا اور مسلمانان عالم کا اولین فریضہ ہے۔

ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم

یہی آئین قدرت ہے یہی اسلوب فطرت ہے
جو ہے راہ عمل میں گامزن محبوب فطرت ہے

"تعمیر حیات"
میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

مسلمانوں کا ہندوانا عقل وانسانیت کا تقاضا ہے

یا ہندوستان کا اسلامیانا

تاریخ انسانی کا عظیم بحران اور اس سے نجات کی راہ!

آخری قسط

(۵) نتیجہ کیا ہو سکتا ہے

اب فرض کر لیجئے کہ نیک نیت سیکولر محاذ اور تنگ نظر ثقافتی محاذ، مسلمانوں کے ہندوانے یا نیشنلائز ڈ کرنے میں اگر کامیاب ہو جاتے ہیں تو کیا یہ بات حقیقت نہیں ہے کہ ملک کی ساری بستی قبل از تاریخ کی اس فضا میں چلی جاتی ہے کہ جب ہر فرد کی وفاداری صرف اپنی اپنی ذات، اپنے سوشل کوڈ، اپنی اپنی دیوی دیوں تک محدود ہوتی تھی۔

ہمارے محترم بھائی شنکر اچاریہ جی، گول والکر جی اور برہمن ازم کے سارے ہی مبلغوں کو غور کرنا چاہیئے کہ آج بیسوی صدی کے نصف آخر میں اس تاریخ کو دوبارہ منظر عام پر لانے کے کیا معنی ہیں؟ کیا موجودہ عالمگیر جمہوری مساوات کے زمانے میں اس کا امکان بھی ہے؟ ہزاروں برس پہلے شاید اس کے کچھ معنی بھی ہوں۔ مگر آج کے حالات میں تو یہ کوشش ایک ہلاکت انگیز دیوانگی کے سوائے کچھ نہیں ہو سکتی لہذا اس خونی ڈرامے کو یکسر بند کر دینے کی ضرورت ہے۔ ماضی میں کنبہ دارانہ تعصبات جو بربادیاں انسانیت عامہ پر لاتے رہے ہیں۔ آج کے تنگ نظر قومی و ثقافتی تعصبات ان سے بھی بڑی ہلاکت انسانیت پر لا سکتے ہیں۔ ہٹلر و مسولینی نے کسطرح پہلے تو ساری انسانیت کو ہلاکت میں لپیٹا اور آخر میں خود اپنے ملک اور قوم کو کس بربادی کا شکار کیا۔ یہ عبرت انگیز داستان ہے۔ اس کا علاج ایک عالمگیر رب العالمین کے اعتقاد اور ایک عالمگیر انسانی بھائی چارے کی دعوت کو زندہ کرتے ہوئے اسے عالمگیر کرنے میں ہے۔ اس

انشاء: صوفی نذیر احمد کاشمیری

کے علاوہ ان خطرات سے نجات کی صورت اور کوئی نہیں بن سکتی۔ ہمارے سیکولر بھائی بہنیں بھی اپنے منصوبوں پر غور کریں۔ تاکہ انھیں اپنے خود ساختہ (Atosuggestive) خیالات کی قدر و قیمت بھی معلوم ہو جائے۔ راقم السطور کو تو سیکولر گروہ کے خیالات تلخی کو کم کرنے کے لئے شریف الطبع لوگوں کی خود فریبیاں معلوم ہوتے ہیں۔ یہ حقائق سے گریز کی ایک مرنجاں مرنج راہ ہے۔

(۶) برہمن ازم کا ایک مسلمہ اصول ہے۔

اب برہمن ازم کے ایک مسلمہ اصول کی طرف اپنے بھائی بہنوں کی توجہ دلائی جاتی ہے۔ وہ اصول یہ ہے کہ "مذہب کی ساری صورتوں کے ذریعے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔" گذشتہ گرمیوں میں شری راج گوپال اچاری نے مسلمانوں کے سلسلے میں جن سنگھ کو ٹوک کر اس اصول کی طرف متوجہ کیا تھا (ٹائمز آف انڈیا ۲۹ مئی ۱۹۶۹ء) اس اصول سے بیک وقت دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

(الف) مذہب اپنی حقیقت میں ایک ہونے پر بھی متعدد شکلیں اختیار کر سکتا ہے۔

(ب) پھر اس کی جو صورت بھی مفاد انسانی کی زیادہ صحت کے ساتھ حفاظت کر سکے، اُسے قبول کر لینے میں مذہبًا کوئی روکاوٹ نہیں ہے بلاشبہ ماضی میں اس اصول کو صرف داخلی طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ اور اس کے ذریعے مختلف ذاتوں اور فرقوں کو اپنے اپنے ذات پات کے دھرم پر قانع و صابر رہنے پر خوشخبری دی گئی ہے لیکن آج اسی اصول کو خارجی رخ پر استعمال کرتے ہوئے مذہب کی اس شکل کو قبول کیا جا سکتا ہے جو ہمارے اور ساری کائنات انسانی کے اخلاقی و روحانی

و معاشرتی و معاشی مفاد و حقوق کی زیادہ صحت و جامعیت کے ساتھ حفاظت کر سکتا ہے اور ہماری فلاح کو ساری کائنات انسانی کی فلاح اور ساری کائنات انسانی کی فلاح کو ہماری فلاح بنا سکے جو ساری کائنات انسانی کے سارے ہی مفادوں کی حفاظت کرتا ہوا نوع انسانی کے سارے تضادوں کو ختم کر سکے مذہب و منطق دونوں کی طرف سے مذہب کی ایسی جامع شکل کو قبول کرنے میں کوئی بھی رکاوٹ نہیں ہے اور جو رکاوٹیں ہیں وہ صرف متعصبانہ ذہن و فکر کی پیداوار ہیں۔ اس نقطے کو پوری طرح گرفت میں لایا جائے یہ ہماری اور ساری انسانیت کی ساری مشکلات کا مکمل حل ہے۔

(۷) اسلامی نقطۂ نگاہ

اب اوپر کے نقطۂ نگاہ کے مقابل اسلامی نقطۂ نگاہ عرض کیا جاتا ہے اس سے پتہ چل جائے گا کہ پانچ ہزار برس کے ابتدائی قدم میں اور چودہ سو برس کے آخری قدم میں کیسی مطابقت ہے۔

(الف) قرآن مجید کا صاف بیان ہے کہ دنیا کی کوئی بستی، شہر، ملک اور قوم نہیں جس میں مذہب انسانی کے سچے مبلغ خدا کی طرف سے نہ بھیجے گئے ہوں۔ قرآن مجید اسی عقیدے کو اپنی عالمگیر دعوت کی بنیاد قرار دیتا ہے۔

(ب) قرآن مجید اور روایات اسلامی کا دعویٰ ہے کہ ان دین کے مبلغوں کی تعلیم بنیادی طور پر ایک تھی۔ اگرچہ مختلف زمانی و مکانی حالات کے ماتحت ان کی ظاہری شکل میں کافی اختلاف ہو جاتا تھا

(ج) قرآن مجید اور روایات اسلامی کا دعویٰ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی دینی تحریک کو ایک عالمگیر دھارے میں بہنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ آپ کا اعلان تھا کہ "اے بنی نوع انسان کی

اس کی طرف سے تم سب کی طرف بھیجا گیا ہوں جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔"

(۸) دعوے کی صحت

اب اس دعوت کی صحت کو پرکھنا ہو تو اسلام کے مندرجہ صدر خاکے کو پورے غور سے دیکھ لیا جائے۔ کیا واقعۃً وہ ایک عالمگیر نظام ہے یا یہ ہم لوگوں کا خیال ہے؟ اس کے ساتھ ہی اسلام کی ابتدائی نصف صدی کا بھی سرسری مطالعہ کر لیا جائے۔ انشاءاللہ کسی بھی خیر اندیش دل میں شک نہ رہ جائے گا۔ شخصی بادشاہت کے رواج کے بعد اسلامی تاریخ اپنے معیار سے بہت نیچے آجاتی ہے لہٰذا اس کے پڑھنے سے اسلام کے سمجھنے میں زیادہ امداد نہیں مل سکتی۔

(۹) اصل حل طلب سوال

آج کے ملک گیر اور عالمگیر فساد میں ہمارے لئے صرف یہ فیصلہ کرنا باقی رہ جاتا ہے کہ مذہب کی کون سی شکل ہے جو موجودہ ملک گیر و عالمگیر فساد کو ختم کرتے ہوئے ساری انسانیت کو ہم سے اور ہمیں ساری انسانیت سے ہم آہنگ کر سکتی ہے۔ بلاشک وشبہ حیوانات کے مقابل سارا نوع انسانی بالکل ایک امت اور ایک بھائی چارہ ہے۔ بلاشک وشبہ وہ حیوانات وغیرہ کے مقابل مادی بقا کی جبلت کے بجائے اخلاقی جواز و عدم جواز سے بندھا ہوا ہے اور جب وہ اخلاقی و روحانی شعور کے زیر اثر اپنی مادی ضرورتوں کو پورا کرنے پر راضی ہو جاتا ہے تو بلاشک وشبہ اس کی دنیا سچ مچ امن وسلامتی کی دنیا بن جاتی ہے۔ اور جب وہ اپنے انفرادی واجتماعی و اخلاقی و روحانی شعور و احساس کے تقاضے کو نظر انداز کرتا ہوا حیوانی جبلت کا اتباع کرتا ہے تو پھر اس میں سانپ کا زہر، بھیڑیئے کا ظلم، لومڑی کی مکاری اور شیر کا جبر وغیرہ سب حیوانی صفتیں جمع ہو جاتی ہیں اور کائنات انسانی درندوں کا بھٹ بن جاتی ہے۔ ہاں تو ہمارے لئے صرف یہی ایک سوال حل کرنا باقی ہے کہ مذہب انسانی کی وہ کون سی شکل ہے جو کائنات انسانی کی مشکلات و خطرات و شر و فساد کو ختم کرتے ہوئے اُس کی ساری انسانی صلاحیتوں میں ایک عالمگیر تعاون و خیر اندیشی کی فضا پیدا کر سکتی ہے۔ کیا وہ لاتعداد اونچی نیچی ذاتوں اور لاتعداد اونچے نیچے دیوی دیوتاؤں کا نظام ہے یا وہ عالمگیر رب العلمین کے اعتقاد سے پیدا شدہ عالمگیر انسانی بھائی چارے کا نظام ہے؟ اس حقیقت کو ہرگز نظر انداز نہ کیا جائے کہ مذہب "انسانی کی ایک ہی حقیقت ہے مگر زمانی و مکانی احوال کے سبب اس کی شکلیں مختلف ہو جاتی رہی ہیں۔ اور پھر انسانی خود غرضی و تعصب خود اس شکل کے ساتھ اس کی روح کو بھی بدل دیتے رہے ہیں۔ ہمیں صرف مندرجہ ذیل سوال ہی حل کرنا ہے۔

(۱۰) ضرورت ہے کہ ہندوستان بھر کے سچے مذہبی جذبات اور سچے مذہبی محرکات رکھنے والے علماء کی ایک مجلس بلوائی جائے جو اس سوال کو حل کرکے اٹھے۔ کوئی ڈھائی برس پہلے شری سنکراچاریہ آف پوری نے راقم کو اپنے ایک خط میں یہی تجویز لکھ بھیجی تھی۔ انھوں نے یہ ارادہ ظاہر کیا تھا کہ وہ ایسی کوئی مجلس بلوائیں گے۔ خود مجھے بھی اس میں شمولیت کی دعوت دی گئی تھی، مگر لوہیں انھوں نے اپنا ارادہ کو بدل دیا۔ خدا اب ایسے بھائیوں کو اس ارادہ پر متحد کر دے۔

(۱۱) ایک غلط فہمی کا ازالہ

اب اس غلط فہمی کو بھی دور کر دیا جائے کہ اسلام جس نصب العین (اخلاقی و روحانی وحدت و مساوات انسانی) اور جس طرح طریق عمل کا نام ہے وہ موجودہ مسلم اقوام میں عملاً موجود نہیں ہے۔ اکثر جگہ تو نیشنل ازم اور سوشلزم اور نہ معلوم کن کن بہانوں سے فکر و اعتقاد کی سطح پر بھی اس سے انکار کیا جا رہا ہے۔ جب نصب العین کی یہ حالت ہو تو طریق عمل کی موجودگی ایک بے معنی چیز ہے۔ ہاں انفرادی سطح پر اور گروپ سطح پر یہ دونوں چیزیں آج بھی سارے مسلم ممالک میں پائی جاتی ہیں لہٰذا جس دعوت کو قبول کرنے اور زندہ کرنے کی یہاں گذارش کی جا رہی ہے وہ صرف قرآن میں اور اسلام کے ابتدائی پچاس سالہ ریکارڈ میں ہے اور یہ ریکارڈ اس درجہ واضح ہے کہ مذہبی تاریخ کا کوئی باب بھی اس درجہ واضح نہیں ہے۔ قرآن مجید اس معاملہ میں بھی صاف ہے کہ جب کوئی قوم یا گروہ اسلام کو قبول کرنے کے بعد چھوڑ دے گا تو خدا نئی نئی اقوام کو اس کے اپنانے کی توفیق دے گا جو وحدت انسانی کے اس نصب العین کو زندہ اور اس کے علم کو بلند رکھیں گے۔

(۱۲) ضرورت ہے کہ اس درخواست کو ہندی، انگریزی، اردو، اور باقی ملکی زبانوں میں وسیع اشاعت دی جائے۔ تاکہ تقدیر انسانی کے متعلق ایک عالمگیر فیصلے کے لئے فضا صاف ہو جائے سیکولرازم کے ماننے والے اپنی سب نیک نیتوں کے باوجود، امن وسلامتی انسانی کے حصول میں اس وقت تک مطلقاً ناکام رہیں گے۔ جب تک وہ جمادات ونباتات وحیوانات کے مقابل انسانی اخلاقی و روحانی تقدیر کو سمجھ کر اس بنیاد پر تعمیر انسانی کا آغاز نہ کریں۔ انسان کے اخلاقی و روحانی موقف سے جمادات ونباتات وحیوانات کو اور ان کی افادیت کو سمجھنا تو ایک حقیقت ہے جیسے کہ ایک بلند مقام سے وادی میں پھیلی ہوئی چیزوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے لیکن مادی و نباتی و حیوانی نظریوں کے تحت انسانی تقدیر کو سمجھنا سمجھانا ایک ہلاکت انگیز غلطی ہے جو علم وسائنس کے نام پر مسلسل کی جا رہی ہے۔ (الندوہ)

قسطِ دوم

فلاح وسعادت اور ہلاکت کا مرکز۔ انسان!

لکھنؤ کے تبلیغی اجتماع میں مولانا ابوالحسن علی ندوی کی تقریر

یہ ہاتھ! اس ہاتھ میں اللہ نے بڑی طاقت رکھی ہے، لیکن یہ ہاتھ خود کوئی چیز نہیں، یہ ہاتھ مظلوم پر ظلم کے لئے اٹھ سکتا ہے۔ ظالم مدد کے لئے اٹھ سکتا ہے انسان کی گردن کاٹنے کے لئے اٹھ سکتا ہے، اٹھ سکتا کیا اٹھتا رہتا ہے اور آج تو صرف اسی کے لئے اٹھ رہا ہے، آج ساری انسانی توانائیاں اور اس کی ساری طاقتیں ظلم کے لئے وقف ہیں اور یہ کوئی انہونی اور بعید از قیاس بات نہیں، جب انسان کا دل بدل جائے، انسان کے دل میں اور اس کی نیت میں فتور آجائے اور اس کے دل کے اندر انسانی دشمنی گھر کر جائے، اس کو انسان کے خون کی چاٹ لگ جائے تو اس کا ہاتھ یتیم کا سر قلم کرنے کے لئے، بیوہ کے سر سے آخری ڈوپٹہ یا اس کے چہرے کو چھپانے کے لئے، اس کے آبرو کی حفاظت کیلئے جو آخری سہارا رہ گیا ہے اسکو چھین لینے کے لئے غریب ومفلس کے فاقہ زدہ گھر سے جسکو ہفتوں کے بعد چند دانے پکانے کے لئے اور اپنا اور اپنے یتیم بچوں کا پیٹ بھرنے کے لئے ملے ہیں۔ یہ چند دانے اور اس کے چولھے تو اٹھا لینے اور اس کی آگ کو گل کر دینے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتا ہے لیکن مسئلہ صرف ہاتھ کا نہیں، بلکہ اس کا اور اس طرح کی ساری خرابیوں کا انحصار اس پر ہے کہ انسان کے دل میں کیا ہے؟ اس کا ارادہ کیا ہے؟ کیا انسان کے اندر خیر کی طلب پیدا ہوگئی؟ کیا اس کے اندر خوف پیدا ہوگیا کیا انسانیت کی حقیقت اس پر کھل گئی؟ کیا انسان کو ہستی کا آغاز و انجام معلوم ہوگیا؟ بس سارا انحصار اسی پر ہے۔

انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے جتنی خیزی رکھی ہے، اور اسکے اندر سونا اگلنے کی جو صلاحیت رکھی ہے اس کے سامنے سائبیریا کے میدان اور ہندوستان کی سرسبز وزرخیز زمین گرد ہے، اور اس کے اندر نیک ارادوں کے اگنے، پھلنے پھولنے اور پرورش پانے کی صلاحیت پیدا ہوگئی، اور انسان کے سفلی اغراض و مقاصد اور اسکی سفلی خواہشات کھاد بننے کے لئے تیار ہیں اور انسان ان کو کھاد بنا کر اپنے دل کی سرزمین سے نیک ارادوں کی کھیتی پیدا کر سکتا ہے اور یہ کھیتی پھل دے سکتی ہے، پک سکتی ہے اور کھائی جا سکتی ہے — تو — پھر دنیا کے سارے مسائل حل ہیں اور اگر یہ دل کی سرزمین اوسر اور بنجر ہوگئی ہے، اس کے اندر کانٹے تو پیدا ہو سکتے ہیں، پھول پیدا نہیں ہو سکتے، اس کے اندر تلواریں تو اگ سکتی ہیں لیکن امن دینے والی چھاؤں نہیں پیدا ہو سکتی، انسان کے دل کی کھیتی ایسی منحوس بن گئی ہے، ایسی الٹی ہوگئی ہے کہ اس کے اندر زہر تو پیدا ہو سکتا ہے تریاق نہیں پیدا ہو سکتا، بدامنی تو پیدا ہو سکتی ہے امن پیدا نہیں ہو سکتا، نفرت تو پیدا ہو سکتی ہے محبت نہیں ہو سکتی، اپنے بچوں کو پالنے کے لئے بچوں کا پیٹ پھاڑنے کے جذبے پیدا ہو سکتے ہیں لیکن کسی بیکس، کسی مظلوم اور کسی مصیبت زدہ کی حفاظت اور کسی یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھنے کا جذبہ نہیں پیدا ہو سکتا۔ اگر انسان کی تشنگی کچھ

حقیقت دل کے اندر گم ہوئی ہے اس کو اقوام متحدہ اور دوسرے بین الاقوامی پلیٹ فارموں پر تلاش کرنا عبث ہے

ایسی ہوگئی ہے کہ اس کی پیاس شربت سے نہیں بجھتی، دودھ سے نہیں بجھتی (جس کو اللہ نے لبنا سائغا للشاربین کہا ہے) اس کی پیاس ٹھنڈے میٹھے پانی سے نہیں بجھتی (جسکو قرآن ماء فراتا کہتا ہے) اس کی پیاس دجلہ وفرات کے پانی سے نہیں بجھتی، بلکہ اس کی پیاس انسان کے خون سے بجھتی ہے۔ ایسی حالت میں اگر یہ چاند اور دوسرے سیارے جن تک پہونچنے اور وہاں کی آب و ہوا اور وہاں کی سطح اپنے خواب بنانے میں انسان اپنی ساری توانائیاں صرف کر رہا ہے، یہ چاند مریخ اور دوسرے سیارے زمین پر اتر آئیں۔ انسان کے قدموں کے نیچے آجائیں اور دنیا جنت کا نمونہ بنا دی جائے، لیکن انسان کے دل کی کھیتی خراب ہے، اور اس سے خیر اگانے کی صلاحیت جاتی رہی ہے تو یاد رکھو انسان کی تقدیر میں تباہی ہی تباہی لکھی ہوئی ہے اس کی حالت کبھی سدھر نہیں سکتی، اور یہ دنیا انسانوں ہی کے ہاتھوں پھر جہنم کدہ بن جائیگی۔

حضرات! دنیا میں ہر طرف پھیلے ہوئے فساد کو بدامنی کو سروں پر منڈلاتے ہوئے مہیب جنگ کے خطرہ کو دور کرنے کے لئے اور انسان کو امن وسکون اور باہمی اتحاد و محبت کے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان کے دل کی کھیتی میں ہل چلایا جائے، آپ کسانوں کو دیکھتے ہیں خدا کے بنائے ہوئے صحیح اور فطری قانون کے مطابق کسان زمین میں ہل چلاتا ہے تو زمین کتنا خزانہ اگل دیتی ہے اسی طرح اگر دل کی کھیتی میں ہل چلایا جائے اور خدا کے پیغمبروں کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق چلایا جائے اور اس میں تھوڑی سی محنت صرف کی جائے اور دل کی کھیتی لہلہا اٹھے اور پھلنے پھولنے لگے تو......

آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس وقت دنیا کا نقشہ کیا ہوگا؟ یہ حقیر زمین جو آج قدموں تلے روندی جاتی ہے اس سے آپ نے اتنا بڑا فیض پایا۔ اگر آپ دل کی کھیتی میں خدا کے پیغمبروں کے دیئے ہوئے ہل چلاتے اور ان کے بتائے

ہوئے قانون کے مطابق آپ اس کی خدمت کرتے اور اس میں ریاض کرتے اور وہ کھیتی برگ و بار لاتی، تو پھر آپ دیکھتے کہ دنیا میں کیسی بہار آتی ہے اور جب دل کی کھیتی خراب ہو گئی تو دنیا کا دامن کیسی کیسی موتیوں سے بھر جاتا کیسے کیسے دل کامل، کیسے کیسے خادم انسانیت کیسے کیسے بے لوث و بے غرض انسان اور انسانوں کے لئے اپنا خون پانی ایک کرنے والے سامنے آتے ہیں کہ جن کے کارناموں کا تصور کرنا بھی مشکل ہے کوئی باور نہیں کر سکتا کیا انسان کے اندر اتنی بے غرضی پیدا ہو سکتی ہے کہ انسان دوسروں کی خاطر اپنی اولاد کو قربان کر سکتا ہے کیا انسان وعدہ وفا کرنے کے لئے اپنا گھر لٹا سکتا ہے ایک مظلوم کو بچانے کے لئے اپنے سارے کنبے کو موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔ ایک انسان خود زخمی ہے اور پیاس سے حلق میں کانٹے پڑ گئے ہیں۔ مر رہا ہے پھر بھی دوسرے زخمی کی پیاس بجھانے کے لئے اپنا پانی پیش کر سکتا ہے۔ دنیا کی عقل اس کا تصور کرنے سے بھی عاجز ہے۔ یہ سب کرشمہ تھا خدا کے پیغمبر کی محنتوں کا انھوں نے دل کی کھیتی پر صحیح طریقے سے محنت کی اور اس کے اندر اللہ کے رکھے ہوئے مخفی خزانوں اور دفینوں کو نکالا اور عالم انسانیت کو اس سے مالا مال کر دیا۔

خدا کے پیغمبروں نے اس زمین کو چھوڑا کہ اس زمین کو جوتیں، بڑے بڑے ماہرین کو چھوڑا کہ وہ صنعتوں کو ترقی دیں نہ ان کو رد کیا نہ ان کی رہنمائی کا دعویٰ کیا۔ بلکہ انھوں نے صاف کہہ دیا انتم اعلم بامور دنیاکم صنعت والے صنعت کے میدان میں ترقی کریں، زراعت والے زراعت کے میدان میں اور علم والے علم کے میدان میں۔ اللہ نے ہم کو تو ایک میدان دیا ہے، وہ انسانیت کا میدان ہے۔ اور انھوں نے اس میدان میں محنت صرف کی تو دنیا کا نقشہ کیا سے کیا ہو گیا صرف ایک دور کی۔ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے یہ موقع دیا کہ وہ دل کی سرزمین میں کھیتی کریں تو آپ دیکھئے کہ اس دنیا میں کیسی بہار آئی۔

اس وقت ہزاروں مشکلات تھیں، تمدن اپنے بالکل ابتدائی دور میں تھا، انسانیت نے بہت سے میدان کا انکشاف ہی نہیں کیا تھا سائنس نے گویا اپنا سفر ہی شروع کیا تھا۔ قدم قدم پر رکاوٹ تھی سفر کی دشواریاں تھیں، ایک جگہ سے دوسری جگہ آدمی کے پہونچنے کے لئے سخت مشکلات درپیش تھے لیکن جب نیک ارادہ پیدا ہوا اور ان کے اندر انسانوں کو خدا کا پیغام پہونچانے کا، انسانوں کو تاریکی سے نکالنے کا سچا جذبہ پیدا ہوا اور ان کے اندر ترحم کا ایک جذبہ پیدا ہوا کہ انسان اپنی ہستی کو کس طرح خاک میں ملا رہا ہے اور ان کو اپنی آنکھوں سے صاف نظر آیا کہ جہنم کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور انسان اس میں چھلانگ مارنا چاہتے ہیں جیسے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی شخص نے آگ روشن کی اور پروانے اس میں گرنے لگے، وہ ہٹاتا ہے گر ہٹا نہیں پاتا پروانوں کی طرح لوگوں نے اس میں کودنے اور چھلانگ مارنے کا ارادہ کیا اور میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر تمہیں اس سے ہٹانا چاہتا ہوں۔ جب صحابہ کرام پر اس کی حقیقت کا علم ہوا تو پھر سفر کی صعوبتیں اور اس کی دشواریاں ان کی راہ میں حائل ہوئیں اور نہ اس وقت کی دقتیں اور سفر کی طوالت راستوں کے خطرات ان میں سے کوئی بھی ان کے عزم کے سامنے رک نہیں سکی اس لئے کہ ایک تو نیک ارادہ پیدا ہوا دوسرے یہ کہ وہ ارادہ ان پر مستولی ہو گیا ان کے اعصاب پر اور ان کے دل و دماغ پر چھا گیا اب ان کو کھانا پینا مشکل ہو گیا، وہ لقمہ توڑتے تھے اور کہتے تھے کہ میں لقمہ توڑتا ہوں اور اللہ کے ہزاروں بندے بالکل (علی شفا حفرۃ من النار) جہنم کے کنارے کھڑے ہوئے ہیں جتنی دیر میں میں لقمہ منہ میں رکھوں گا اور اتاروں گا اتنی دیر میں کتنے خدا کے بندے جہنم کے گڑھے میں گر پڑیں گے۔

آج کس چیز کی محتاجی ہے کیا چیز دنیا سے کھو گئی ہے خدا کے لئے غور کیجئے کیا چیز اس وقت دنیا کے ہاتھ میں نہیں ہے؟ نیک ارادہ نہیں، انسان کی قدر نہیں۔ اگر تیسری جنگ عظیم چھڑ گئی اور یہ ہائیڈروجن بم، اور ایٹم بم، یہ اگر چلا دئیے گئے تو دنیا کا کیا حشر ہوگا؟ باتیں تو اس کی بہت کی جا رہی ہیں چرچے تو اس کے ہر طرف ہیں لیکن کسی کو اس کا سچا درد نہیں ہے اور جو لوگ کچھ کر سکتے ہیں اور انسانیت کو بچا سکتے ہیں وہ سب سے زیادہ ان وسائل کی تیاری میں منہمک ہیں یہ سمجھ لیجئے کہ نئی جنگ کے لئے ساری قومیں اور دنیا کی ساری طاقتیں پر تول رہی ہیں اور ساری دنیا میں جو کچھ رس ہے وہ اسی کی ہے کسی کو بدی سے نفرت نہیں، کسی کو انسان کی تباہی کا غم نہیں جو حقیقی دکھ اور صدمہ ہونا چاہئے جیسے باپ کو اولاد کا صدمہ ہوتا ہے بھائی کو بھائی کا صدمہ ہوتا ہے وہ صدمہ کسی کو نہیں، صرف زبانی باتیں ہیں، امریکہ سے لیکر آپ ایشیا کے آخری سرے تک چلے جائیے، آپ کو ہر جگہ باتیں ملیں گی، لیکن اس کے اندر درد مفقود ہے جو درد کراہ اور کسک ہوتی ہے وہ کسی میں نہیں پائیں گے۔ اس میں سارا حصہ عقل کا ہے سارا حصہ ذہانت کا ہے۔ دنیا کے خطرات سے واقفیت اور اس کی تحلیل اور تجزیہ ایسا کریں گے کہ معلوم ہوگا کہ جیسے کسی معمل میں کسی چیز کے الگ الگ اجزاء کئے جاتے ہیں بالکل ہندی کی چندی کرکے آپ کو دیں گے کہ کیا خطرہ درپیش ہے لیکن اس کے اندر جو انسانیت کا درد ہے یا دل کی کسک ہے، وہ نہیں ہوتی جیسے آدمی اپنے گھر کا کوئی واقعہ بیان کرتا ہے تو اس کا لہجہ اور ہوتا ہے۔ آنسو اس کی آنکھوں میں ڈبڈبائے ہوئے ہوتے ہیں۔ آواز مرتعش ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دل رو رہا ہے ——!

آج دنیا کے بڑے بڑے فلسفی نہایت اطمینان سے دنیا کے خطروں کو بیان کرتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے وہ کوئی بہت خوش آئند

دماغ دنیا کی سبھی زبانیں اور سارے فلسفے جانتا ہے، لیکن دل صرف محبت کی زبان سمجھتا ہے

بات ہو، کوئی مبارک واقعہ ہو جس کو مزہ لے لے کر بیان کیا جائے اس لئے کہ انسانیت سے کسی کو حقیقی اور قلبی تعلق نہیں ہے سب زبانی باتیں ہیں اور دماغی تعیشات ہیں۔

آج دنیا کی ساری کمی پوری ہو چکی ہے کرنے کو سب کچھ ہے، ہمارے پاس اگر ہم نیک بننا چاہیں، اگر ہم انسان کی خدمت کرنا چاہیں اگر ہم انسان کو ان خطرات سے نکالنا چاہیں، اگر ایک فرد

• باقی ص ۱۴ پر "

ترجمہ : عبدالمجید اصلاحی

پاکیزہ کمائی

ذرائع ــــ مصارف ــــ واضح صورتیں

قرآن پاک کے اندر ہمیں ایسی آیات ملتی ہیں جو دنیا کی مذمت کرتی ہیں اور دنیا داری کے کاموں اور اسباب عیش کے فراہم کرنے سے ہوشیار کرتی ہیں۔ ایک مثال پیش نظر رکھنا کافی ہے۔

"واعلموا انما الحیٰوۃ الدنیا لعب ولھو وزینۃ و تفاخر بینکم و تکاثر فی الاموال والاولاد کمثل غیث اعجب الکفار نباتہ ثم یھیج فتراہ مصفرا ثم یکون حطاما و فی الاٰخرۃ عذاب شدید"

"یاد رکھو کہ دنیاوی زندگی لہو و لعب، آرائش، آپس میں برتری جتلانے اور کثرت اولاد و کثرت مال کا نام ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے موسلا دھار بارش جس سے اگنے والی کھیتی کافروں کو مست کر دیتی ہے پھر اس میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور وہ دیکھنے میں زرد معلوم ہونے لگتی ہے پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت اور شدید عذاب ہے"

ہم آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں پڑھتے ہیں یہاں ہم کو عجیب و غریب باتیں ملتی ہیں جن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ خوش عیشی کے سامانوں کو ترک کر دیں۔ انواع و اقسام کی لذتوں سے دستبردار ہو جائیں۔ ایک ارشاد ملاحظہ فرمائیے:

"کثرت پر فخر و مباہات نے تمہیں غافل کر دیا ہے۔ ابن آدم کہتا ہے کہ میرا مال، میرا مال، کیا تمہارے پاس اس کے علاوہ تمہارا مال اپنا ہے جسے تم نے کھا کر ختم کر دیا ہے یا پہن کر پرانا کر دیا ہے یا صدقہ خیرات کر کے اسے دوام بخشا ہے۔"

اس موقع پر یہ باتیں کہی جاتی ہیں کہ اسلام نے جو ادیان سابقہ کا ناسخ ہے ہمیں دیگر مذاہب والوں اور قوموں کے روبرو لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ ہم ان پر قبضہ و تسلط تو اسی وقت حاصل کر سکتے ہیں جبکہ ان کے مقابلہ کے لئے طاقت حاصل کریں اس وقت کو حاصل کرنے کے لئے دو بنیادی ذرائع ہیں، ایک روحانی، دوسرا مادی، مادی طاقت بہادر مسلمان فوجیوں کی حد تک قلعوں، اور دفاعی و جارحانہ حملوں کے لئے ضروری سامان حرب و ضرب کو بین الاقوامی معیار پر فراہم کرنے کی صورت میں ہمارے سامنے آتی ہے۔ پھر کیا اس مادی طاقت کو بغیر مال کے حاصل کیا جا سکتا ہے؟ اگر نہیں تو کیا یہ مال خود امت کی اپنی پونجی سے حاصل ہوگا یعنی زکوٰۃ، اور دوسرے ٹیکسوں کے ذریعہ آمدنی فراہم کی جائے گی جس سے حکومت دشمنوں کا دفاع کر سکے اور امت کو بین الاقوامی عزت و وقار کا مالک بنا سکے؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر کیا یہ عزت و شوکت صرف دنیاوی کام کرنے سے امت کو نہ حاصل ہوگی۔

پھر اتنا ہی نہیں کہنے والا یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا اس لئے نہیں کیا ہے کہ اپنی زندگی کی مدت کی تکمیل کریں اور اپنے بچوں کی پرورش کریں۔ اور زکوٰۃ و حج اور جہاد کے سلسلہ میں واجبی اخراجات کیا کریں۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو کہا جا سکتا ہے کہ پھر قرآن و سنت نے دنیاوی کام کرنے سے کیوں روکا ہے؟ جبکہ یہ کام دین و وطن کے دفاع کے لئے ضروری بھی ہے۔ اور زندگی گزارنے اور مالی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے لازمی بھی۔

جواب یہ ہے کہ کتاب و سنت میں دنیا سے بچنے کی جو تلقین ہے اس کا یہ ہے کہ آخرت سے اعراض و غفلت پیدا کر کے صرف دنیوی پہلو کے اہتمام میں نہ لگنا چاہئے۔ اگر دنیا کا کام دین و وطن کی اور اپنے نفس و خاندان کی خاطر ہے اور ایسا ہے کہ اخلاق و عقیدہ اور اخروی کاموں پر اثر انداز نہ ہوتا ہو تو اس وقت دنیا کا کام شرعی فریضہ کا حکم رکھتا ہے کیونکہ بنیادی قاعدہ یہ ہے کہ جس بات کے بغیر فرض کی تکمیل نہ ہو پاتی ہو وہ فرض ہے۔

اسی وجہ سے دنیاوی مشغلہ پر ابھارا بھی گیا ہے۔

"وابتغ فیما اٰتاک اللہ الدار الاٰخرۃ ولا تنس نصیبک من الدنیا"

"اللہ نے تمہیں جو کچھ دے رکھا ہے اس کے ذریعہ سے آخرت تلاش کرو اور دنیاوی حصہ بھی نہ بھولو"

"فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون"

"جب نماز پڑھ چکو تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو زیادہ سے زیادہ یاد کرو اس طرح پر توقع ہے کہ تم کامیاب ہو گے"

"فامشوا فی مناکبھا وکلوا من رزقہ"

"زمین پر چلو اور اس پر خدا کے دیئے ہوئے رزق کو کھاؤ"

آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"سب سے بہتر وہ نہیں ہے جو دنیا کو آخرت کے لئے اور آخرت کو دنیا کے لئے چھوڑ دے بلکہ بہتر یہ ہے کہ جو دونوں میں سے اپنا حصہ لے"

"دنیا انتہائی عمدہ سواری ہے اس پر سوار ہو جاؤ یہ تمہیں آخرت تک پہونچا دے گی"

بیہقی کی روایت ہے:

"ایسے آدمی کی طرح کام کرو جسے مرنے کا کوئی خیال ہی نہ ہو اور اس طرح بچو جیسے موت کل ہی آ جائے گی"

حضرت علی رضؓ کے پاس ایک

شخص نے دنیا کی مذمت کی۔ آپ نے فرمایا:

"دنیا سچائی کے ساتھ اختیار کرنے والے کے لئے صداقت گاہ ہے اور اسکی حقیقت جسے معلوم ہو جائے اس کے لئے نجات کا گھر ہے اور اس سے زاد راہ لینے والے کے لئے غنی و تونگری کی جا ہے"

ہمارے سلف صالحین کا زہد و تقویٰ، دنیاوی شغل اور اپنی کمائی سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کی راہ میں کبھی حائل نہ ہوا۔ حتیٰ کہ جیسا ہم آگے ذکر کریں گے۔ بعض تو دولت کے انتہائی سرے پر جا پہونچے، جب دولت، تجارت، زراعت، صنعت و حرفت کی راہ شرعی طریقے سے آئے اور اللہ کی طاعت و فرماں برداری میں خرچ ہو، نیز اللہ نے جن باتوں سے فائدہ اٹھانا جائز قرار دیا ہے اس راہ میں صرف ہو تو اس وقت اللہ خوش رہتا ہے' اب دولت مندوں پر کوئی جرح نہیں کہ اللہ کی نعمت کا اظہار کریں اور اپنے محلوں، سرسبز و شاداب باغات اور زیبائش و آرائش کی چیزوں سے لطف اندوز ہوں، مگر یہ ضروری ہے کہ ان نعمتوں سے تکبر کا اظہار نہ ہو، اور نہ زمین میں سرکشی کریں، بلکہ انکساری اور خیر پسندی میں آگے بڑھیں۔

"قل من حرم زینة اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق"

"کہہ دیجئے کہ زینت الٰہی کو جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے بنایا اور پاکیزہ روزی کو کس نے حرام کیا ہے؟"

پاکیزہ کمائی

کسب معیشت کرنے والے پر حلال روزی کی طلب ضروری ہے۔ انبیاء اور رسولوں نے ایسے ہی رزق کو شرعی قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا انی بما تعملون علیم"

"اے رسولو! پاکیزہ اشیاء کھاؤ اور نیک کام کرو میں تمہارے کاموں سے باخبر ہوں۔"

پاکیزہ اشیاء وہی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے۔ اللہ نے تمام رسولوں اور ان کے متبعین کو اسے استعمال کرنے کا حکم دیا ہے۔ دوسری بات نیک عملی کا مطالبہ کیا ہے اور یہ کہہ کر کہ میں تمہارے کاموں سے باخبر ہوں ماننے والوں کو ثواب کا وعدہ اور انکار کرنے والوں کو دھمکی دی ہے۔ ناپاک کمائی کی حرمت کے سلسلہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات ہیں:

"ہر گوشت جو حرام سے بنتا ہے جہنم اس کے لئے روئی ہے۔"

جسے اس بات کی پرواہ نہ ہو کہ دولت کہاں سے کما رہا ہے اللہ کو اس بات کی پرواہ نہ ہوگی کہ وہ کہاں سے جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

حرام دولت کی کس مپرسی اور انجام بد کا یہ عالم ہے کہ فلاح و بہبود کے کاموں میں چاہے جس قدر خرچ کی جائے بہر حال اس پر مواخذہ ہوگا ارشاد ہے:

"جس نے کوئی دولت بری راہ سے حاصل کی اور اس سے صلہ رحمی کی یا صدقہ کیا یا اسے اللہ کی راہ میں خرچ کیا، اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع کر کے جہنم میں ڈال دے گا۔"

سلف صالحین اسی وجہ سے ایسی دولت سے پرہیز کرتے تھے، اگر کھانے کے بعد انہیں معلوم ہو جاتا کہ انہوں نے حرام کھایا ہے تو اس سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔ بخاری کی روایت حضرت عائشہؓ سے ہے:

"میرے والد کا ایک غلام تھا جو کمائی کر لاتا تھا، اس کمائی سے ابوبکرؓ کھاتے تھے، ایک دن وہ ایک چیز لایا، ابوبکرؓ نے اسے کھایا غلام نے کہا معلوم ہے یہ کیا چیز تھی۔ فرمایا کیا تھی؟ اس نے کہا "میں نے کہانت کی تھی، اور یہ کہانت کی فیس تھی"! آپ نے انگلی منہ میں داخل کی اور قے کرنے لگے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں آپ کی جان نہ چلی جائے اور فرمایا! "رگوں میں اور آنتوں میں جو پہنچ گیا اس سے معذور ہوں۔"

کہانت غیب کی باتیں بتانے کو کہتے ہیں یہ اور اسکی فیس دونوں حرام ہیں، بغیر علم کے کھانے سے اگرچہ کوئی گناہ نہ تھا مگر زہد و اتقاء اور حرام سے نفرت کے باعث حضرت ابوبکرؓ نے ایسا کیا۔

کمائی کے شرعی ذرائع

کمائی کے شرعی ذرائع تجارت، زراعت صنعت و حرفت ملازمت، میراث ہبہ، ہدیہ جیسی باتیں معروف ہیں۔ حلال و حرام دونوں واضح ہیں کچھ لوگ رشوت کو جائز سمجھتے ہیں، رشوت اسے کہتے ہیں جو دنیوی فائدہ پہونچانے کے عوض کسی سے لیا جاتا ہے۔ جائز سمجھنے والوں کے نزدیک یہ ہدیہ کی قسم میں داخل ہے بعض رشوت خوروں نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ لوگوں کی مصلحتوں کی تکمیل کے لئے رشوت ضروری ہے رشوت خوروں کو معلوم رہے کہ وہ اپنے پیٹوں میں صرف جہنم کی آگ بھرتے ہیں۔ خواہ کسی بھی طریقے سے حاصل کریں۔ یہ بالکل حرام ہے۔ ارشاد ہے:

"ایک زمانہ آئے گا جب ہدیہ کے نام پر حرام کو حلال کر لیا جائے گا۔ ابو حمید ساعدی کی روایت ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ رذ کے صدقات پر ایک شخص کو بھیجا، جب وہ آنحضورؐ کے پاس واپس پہونچا تو کچھ حصہ روک لیا اور کچھ دیا اور کہا، یہ آپ کا ہے اور یہ میرا ہدیہ ہے۔ آپ نے فرمایا "اپنی ماں یا اپنے باپ کے گھر میں بیٹھے ہوتے اور تمہارے پاس ہدیہ آتا تو سچے ہوتے" فرمایا "آخر کیوں ایک شخص کو کسی کام کا ذمہ دار بنایا جاتا ہے اور وہ اس طرح کہتا ہے کہ یہ تمہارا ہے اور یہ میرا ہے۔ اپنی ماں کے گھر میں ہدیہ لینے کے لئے کیوں نہیں بیٹھا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری

جان ہے کوئی شخص کوئی چیز ناحق لے گا تو اللہ کے پاس اسے لادے ہوئے پہونچے گا۔ پس کوئی شخص گٹھری بھرتا ہوا اونٹ، ڈکاریں مارتی ہوئی گائے اور مینگنیاں ہگتی ہوئی بکری لے کر نہ آئے۔ آپ نے ہاتھ اٹھایا حتیٰ کہ مجھے بغل کی سفیدی نظر آگئی فرمایا "میں نے بات پہونچا دی ہے نا"

ابن مسعود سے سحت کے متعلق دریافت کیا گیا۔ فرمایا:

"آدمی ضرورت پوری کر دیتا ہے، اس پر اسے ہدیہ پیش کیا جاتا ہے مسروق نے ایک سفارش کی، اس پر انہیں ایک لونڈی پیش کی گئی۔ آپ غصہ ہوئے اور اسے واپس کر دیا اور فرمایا اگر تمہارے دل کی بات معلوم ہوتی تو تیری اس ضرورت میں میں نہ پڑتا اب باقی حصہ پر کوئی گفتگو نہ کروں گا۔

ابو عبیدہ بن الجراح کی بیوی نے ملکہ روم خاتون کے پاس خوشبو کا تحفہ بھیجا، اس نے اس پر انہیں ایک جوہر روانہ کیا جسے حضرت عمرؓ نے لے کر فروخت کر دیا، خوشبو کی قیمت انہیں واپس کر دی اور باقی مال بیت المال میں داخل کر دیا۔

جو لوگ مصلحتوں میں رکاوٹ کا موجب بن کر رشوت حاصل کرنے کی فکر میں رہتے ہیں وہ سبق حاصل کریں، انہیں یاد رہے کہ ان کی عمارت گرتے ہوئے گارے پر ہے۔

کمائی کی فضیلت

اس سے پیشتر معلوم ہو چکا ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اب یہ یاد رکھیے کہ لوگوں کی تین قسمیں ہیں—!

(۱) وہ لوگ جو کسب معیشت میں اپنی آخرت سے غافل رہتے ہیں یہ ہلاک ہو جائیں گے۔

۲— وہ لوگ جن کا تصور آخرت انہیں معاش سے غافل رکھتا ہے یہ لوگ کامیاب ہیں مگر کوتاہ عمل ہیں کیونکہ طلب رزق کے فریضہ کو ترک کر دیا ہے۔

۳— معتدل لوگ وہ ہیں جو طلب آخرت کے ساتھ بقدر ضرورت معاش کی فکر بھی کرتے ہیں مسلمان کو ایسا ہی ہونا چاہئیے۔ اللہ تعالیٰ نے تعریف و توصیف کرتے ہوئے کہا ہے:

"واٰخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ"

کچھ ایسے لوگ جو زمین میں فضل الٰہی (رزق) کی تلاش میں گھومتے رہتے ہیں

طلب رزق پر ابھارتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"کچھ گناہ ایسے ہیں جو صرف طلب معاش کی فکر ہی سے دور رہتے ہیں۔"

آپ نے سخاوت اور اس کے اندر سچائی پر ابھارتے ہوئے کہا:

"سچا تاجر قیامت کے دن صدیقین اور شہداء کے ساتھ اٹھے گا۔"

صنعت و حرفت اور اس سلسلہ میں نیک نیتی پر ابھارتے ہوئے کہا:

"سب سے حلال کمائی جو بندہ کھاتا ہے وہ صنعت والے کے ہاتھ کی کمائی ہے بشرطیکہ اس کی نیت بہتر ہو۔"

تجارت پر ابھارتے ہوئے فرمایا۔

"تجارت کرو۔ اس لئے کہ اس میں ۹۰ فیصدی رزق ہے۔"

دریوزہ گری پر اظہار ناپسندیدگی کرتے ہوئے فرمایا:

"کوئی شخص، لکڑیاں کاٹ کر اس سے اپنے پیٹ پر باندھے، یہ بہتر ہے اس بات سے کہ کسی ایسے شخص کے پاس پہونچے جسے اللہ نے اپنے فضل سے نوازہ ہے پس اس سے مانگے اور پھر وہ دے یا نہ دے، فرمایا "اونچا ہاتھ بہتر ہے نچلے ہاتھ سے"

حضرت لقمان نے اپنے بچے سے فرمایا:

"بچے! فقر کے خلاف حلال کمائی سے مدد حاصل کرو کیونکہ کوئی شخص جب بھی محتاج ہوتا ہے اس کی وجہ سے اس کے دین اور عقل میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے اس کی مردانگی چلی جاتی ہے اور لوگوں کی نگاہوں میں وہ ہلکا ہو جاتا ہے"

حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"کوئی شخص طلب رزق اور اللھم ارزقنی لے اللہ مجھے رزق دے، کہنے سے غافل نہ رہے کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ آسمان سونا چاندی نہ برسائے گا"

زید بن اسلم اپنی زمین میں پودے بیٹھا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"ٹھیک ہے لوگوں سے بے نیاز ہو جاؤ یہ تمہارے دین کو محفوظ کر دے گی اور لوگوں پر فضیلت بخشنے کے لئے کافی ہے"

ابراہیم بن ادہم سے سچے تاجر کے متعلق پوچھا گیا کہ یہ بہتر ہے یا عبادت کے لئے فارغ انسان۔ فرمایا:

"سچا تاجر مجھے زیادہ پسند ہے کیونکہ وہ مسلسل جہاد میں رہتا ہے شیطان ناپ تول اور لین دین کی راہ اور وہ اس سے جہاد کرتا ہے"

الغرض ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اپنے لئے کوئی شریف پیشہ اختیار کرے، جس سے وہ زندگی گذار سکے اس سے شرافت محفوظ رہتی ہے— اطاعت و فرماں برداری میں مدد ملتی ہے اطمینان پیدا کرتا ہے خوشی و مسرت لاتا ہے، اور امت کا معیار بلند کرتا ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"بے شک اللہ تعالیٰ بندے کو پسند کرتا ہے' پیشہ اختیار کرتا ہے تاکہ اسکے ذریعہ لوگوں سے بے نیاز ہو جائے۔"

ابو سلمان دارانی کا یہ قول مجھے بے حد پسند ہے:

"عبادت یہ نہیں ہے کہ اپنے پیروں کو صف میں کر لو اور دوسرے تمہارے لئے روزی فراہم کریں بلکہ روٹی کی بھی فکر کرو اسے پس انداز کر دو"

دولت کے شرعی مصارف

دولت کے شرعی مصارف تین ہیں

(۱) حج و جہاد کے سلسلہ میں یا ان عبادتوں پر جن باتوں سے تقویت ملتی ہے ان پر یعنی کھانا پینا، رہائشگاہ شادی بیاہ وغیرہ پر بقدر کفایت خرچ کرنا، یہ اخراجات اگر اس طرح پر ہوں کہ ان سے دینداری کی فضا پیدا ہو تو ان پر اجر و ثواب ملے گا۔ لیکن اس کے

باقی صفحہ پر

ترا خیال جو اے جانِ آرزو آئے "!

اثر —————— رئیسؔ الشاکری الندوی

پئے نیاز نہ کیوں شہرِ آرزو آئے
اسیرِ حلقۂ گیسوئے مشکبو آئے

لبوں پہ تذکرۂ حسنِ رنگ و لو آئے
ترا خیال جو اے جانِ آرزو آئے

فسانۂ غمِ پنہاں نہ اُن سے کہہ دینا
جو میری بات بعنوانِ آرزو آئے

قدم قدم پہ فروزاں ہیں منزلوں کے نشاں
نگاہِ شوق میں اندازِ جستجو آئے

ہمارا نام بھی بادہ کشانِ ناز میں ہے
یہ کم ہے حضرتِ ساقی کے روبرو آئے

خلوصِ شوق میں اُن کا جہاں بھی نام لیا
فرشتے لیکے وہیں ساغر و سبو آئے

شراب کیا ہے؟ اگر کوئی جاننا چاہے
ہماری بزم میں کرکے ذرا وضو آئے

قریبِ لالۂ و گل جا کے لوٹ آؤں گا
جو یاد آپ کے رخسارِ شعلہ خو آئے

مرا خیال بھی تھوڑا سا اپنی بات کیساتھ
"کلیم! طور پہ اُن سے جو گفتگو آئے"

فسانۂ لب و رخسار لب پہ آیا ہے
رئیسؔ یاد نہ کیوں شام لکھنؤ آئے

بقیہ: صفحہ ۱۰ کا مضمون

بھی قطب شمالی یا قطب جنوبی میں ہے، ہم اس کی مدد کرنا چاہیں تو اللہ نے ہم کو وہ وسائل دیے ہیں کہ ان کی مدد کو پہونچ سکتے ہیں، لیکن ہمارے اندر سچا ارادہ نہیں، ہمارے اندر اس کا شوق نہیں، ایک شخص کے پاس سب کچھ ہے، وہ لاکھوں روپے سے مدد کر سکتا ہے لیکن وہ خسیس ہے بخیل ہے، اس کو پیسے کی محبت ہے، یا سست ہے اور کاہل الوجود ہے وہ بالکل ہاتھ ہلانا نہیں چاہتا تو بتائیے کہ اس کی دولت کیا کام آئے گی، ایک شخص حج کو جا سکتا ہے خدا نے اسکو ایسے ذرائع دیئے ہیں لیکن حج کا ارادہ نہیں ہے، حج کا شوق نہیں تو بتائیے پھر کون اسکو حج پر آمادہ کر سکتا ہے۔

اسی طرح آج انسان نیک بننے اور انسان کی خدمت کرنے اور اس دنیا کو امن کا گہوارہ بنا دینے، اس دنیا کو جنت کا نمونہ بنا دینے اور اس دنیا کو مسجد و معبد میں تبدیل کر دینے کا جیسا زرین موقع، جیسا آسان راستہ اس وقت ہے ایسا کبھی نہیں تھا آج بدقسمتی سے انسان سب کچھ کر سکتا ہے لیکن کرنا نہیں چاہتا، کیوں نہیں چاہتا؟ کرنے کا فائدہ اس کے سامنے نہیں، فائدہ کیوں سامنے نہیں، اس کو یقین نہیں! یقین کس بات پر نہیں، سوائے اپنی آسائش کے، سوائے اپنے معدے کے تجربوں کے، اپنے جسم کے تجربوں کے، اور اپنے محسوسات کے وہ اپنی ذات اور اپنی اولاد کے سوا سب کچھ بھول گیا ہے اور اب مجھے خطرہ ہے کہ شاید ہماری زندگی نے وفا کی اور کچھ دن ابھی باقی ہیں وہ وقت بھی اب کچھ دور نہیں ہے جب اپنی اولاد کو بھی بھول جائے گا۔ خود غرضی میں اور خود پرستی میں، خود نمائی اور خود اپنے وجود میں سب کچھ محدود کر دینے کے سلسلہ میں جس رفتار سے انسان ترقی کر رہا ہے اگر یہ رفتار جاری رہی تو چند دنوں میں ہم دیکھ لیں گے کہ ماں باپ اپنی اولاد کو بھی بھول جائیں گے اور صرف اپنا پیٹ بھرنے کی کوشش کریں گے، وہ اگر بھوکے ہیں اور ملک بے ہیں تو آنکھ اس کی پرواہ نہیں کرے گی، دنیا میں جہاں مادیت اپنے صحیح رنگ و بار لائی ہے اور انہوں کی تعلیم ان کو روکنے کے لئے وہاں موجود نہیں تھی یہاں تک کہ حضرت مسیح کی بگڑی ہوئی اور بچی کچھی تعلیمات کلیسائی تعلیمات اور انجیل کی تعلیم وہ بھی جہاں سے رخصت ہو گئی ہے۔ (باقی آئندہ)

ہمارے معاشرے کی چند تصویریں

علی طنطاوی .... ترجمہ۔ شمس الحق ندوی

میں بغداد کے ایک ایسے خاندان کے لڑکوں کو جانتا ہوں جو اپنے غرور و تکبر اور ترفع میں اپنی مثال آپ ہیں، اس وقت وہ قارون کے ہمسر بڑے خوشحال و مالدار ہیں۔ تقریباً تیس سال قبل وہ بہت ہی پس ماندہ غریب و پریشان حال تھے ان کی قسمت چمکی زمین کا ایک خزانہ ان کے ہاتھ لگ گیا ان کے پاس ایک بڑا وسیع باغ تھا جو کوئی قیمت نہیں رکھتا تھا لیکن شہر کی آبادی بڑھتے بڑھتے اس باغ تک پھیل گئی اور ایک ایک بالشت زمین بکنے لگی اور وہ ایک آباد محلہ بن گیا۔

یہ بات میں نے نہ ان کی تعریف میں کہی ہے نہ برائی میں بلکہ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قاری کے ذہن میں ایک ایسے نوجوان کا تصور آ جائے جو ایسے خوشحال گھرانے میں پلا ہے جس میں مال کی ریل پیل و فراوانی ہے ناز و نعم میں پلا ہے، سونے کی پلیٹوں میں کھانے اور چاندی کی مسہری پہ سونے کا عادی، دولت و ثروت کا زندہ مجسمہ ہے۔ یہ نوجوان اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے امریکہ جاتا ہے۔ اپنے گھر والوں کو خط لکھتا ہے کہ گرمیوں کی چھٹی میں ہاکر کا کام کر رہا ہے کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ایسے ناز و نعم اور عیش و طرب میں پلا ہوا نوجوان اخبار فروشی کا کام کیوں انجام دے رہا ہے؟ جی نہیں نہ مال حاصل کرنے کی غرض سے اور نہ اس مشغلے سے دلچسپی کی وجہ سے، بلکہ اس لئے کہ وہ امریکی کالج جس میں وہ زیر تعلیم ہے اس کے اصول و مقاصد میں یہ داخل ہے کہ یہ وہاں ان سارے اسباق سے بہتر سبق لے جن کو وہ کالج میں پڑھتے ہیں۔ مجھ سے ایک ڈاکٹر نے جو اپنے فن میں ریسرچ کی غرض سے امریکہ گئے ہوئے تھے بیان کیا کہ آپ گرمیوں کے موسم میں کسی ہوٹل میں چلے جاتے ہیں تو عام طور پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ آپ کو بیروں کا کام انجام دیتے ہوئے نظر آئیں گے، سندی درجات کے طالب علم اخبار بیچتے ہوئے ملیں گے بیالوجی کے طلبہ جوتوں میں پالش کرتے ہوئے نظر آئیں گے اس کے ذریعہ ان کو کمانے اور زندگی میں تجربات اور خود اعتمادی کا درس دیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ غرور و گھمنڈ سے بلند ہوں اور ان کی نگاہوں میں مقام انسانیت اونچا ہو، معمولی سے معمولی کام کرنا بھی اپنے لئے باعث عار نہ سمجھیں، ہم ان سے یہ سبق کیوں نہیں سیکھتے؟

ہم امریکہ میں پڑھنے والے طالب علموں کی تقلید سیر و تفریح اور طرز معاشرت میں تو کرتے ہیں۔ ان چیزوں میں کیوں نہیں کرتے، جو ان کے اندر زندگی پیدا کرتی ہیں انھیں ملک کا خادم اور سپاہی بنا کر نکالتی ہیں ان کو احساس کمتری سے بچاتی ہے اور ماں کی خدمت اور ان کا بار ہلکا کرنے پر آمادہ کرتی ہیں اور کم سے کم درجہ یہ کہ ان کی کفالت پر آمادہ کرتی ہیں یہ سبق ہم کیوں نہیں پڑھتے اپنے کالجوں میں اس نظام کو کیوں نہیں رائج کرتے۔

کل میں ٹیکسی پر سوار ہوا اسکو ایک تندرست ہٹا کٹا چست چالاک نوجوان چلا رہا تھا جیسے ہی اپنی سڑک کو پار کر کے میں گیٹ کے موڑ پر پہنچا تو اس کے سامنے ایک ٹھیلا آ گیا جس کو تین خچر کھینچ رہے تھے، یہ جو تھا خود ٹھیلے والا جس کے ہاتھ میں کوڑا اس کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں جو آنکھ تک پہونچ رہی تھیں، دانت بڑے بڑے زبان ایسی جو ایک لمحہ کے لئے بھی نہ رکتی تھی نہ دین و مذہب کی خبر تھی۔ نہ ماں باپ کی عزت محفوظ۔

وہ دانت چبا چبا کر اور چیخیں مار مار کر منہ سے اتنا زیادہ جھاگ نکل رہا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ اونٹ ہیں، گرد و غبار سے بھرا ہوا گندگی کا مجسمہ بنا ہوا، محنت و مشقت سے نڈھال لڑکھڑاتا ہوا چل رہا تھا۔

اب ہم کھڑے ہو کے انتظار کرنے لگے کہ یہ چاروں گدھے بڑھیں گاڑی کھینچیں لیکن نہ ٹھیلا چلا نہ زبان رکی، نہ راستہ کھلا۔ ۵ منٹ گذر گئے اور ہم لوگ آگ جیسی دھوپ و تپش میں انتظار کرتے رہے ڈرائیور بالکل چپ تھا، میں نے کہا بھئی اس سے بات کرو راستہ خالی کرے یہ کیا حماقت کر رہا ہے اس نے کھڑکی سے باہر نکالا اور بڑے مہذب لب و لہجہ میں کہا کہ راستہ تو خالی کرو، اتنا سننا تھا کہ آگ بگولہ ہو گیا، ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور اپنے منہ کا گندہ جھاگ ڈرائیور کی ...... کرنے لگا۔ کاروں اور سواریوں کو کھری کھری سنانے لگا ڈرائیور کو یہ بھی دھمکی دی کہ سر توڑ دوں گا، جان لے لوں گا، ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں گا، ہڈی پسلی برابر کر دوں گا۔ اس طرح جو بھی سوجھا بے خوف و خطر انجام و عواقب سے بے خبر بکتا ہی چلا گیا، اور اپنا کوڑا ہلاتا ہوا اکڑتا ہوا ہم لوگوں کی طرف جھپٹا قریب تھا کہ کار تک پہونچ جائے کہ ڈرائیور نے تیور بدل کر کب چلو گاڑی ہٹاؤ راستہ خالی کرو ——— ڈرائیور کا یہ کہنا تھا کہ اسکی بدتمیزی و حد سے تجاوز کر گئی، ڈرائیور پر ہاتھ اٹھا دیا۔ اب ڈرائیور کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور اسکی ٹھوڑی پر ایسا تگڑا گھونسہ رسید کیا کہ وہ زمین پر قلابازی کھا گیا دوسرا گھونسہ رسید ہی کرنے والا تھا کہ حضرت کی ساری اکڑ فوں ہوا ہو گئی نڈھال ہو کر گڑگڑانا شروع کیا۔ معافی و رحم کی درخواست کرنے لگا۔ سیدھے سادے اٹھ کر گاڑی چلائی اور راستہ خالی کر دیا

یہ ہماری روزانہ معاشرت کی ایک اور تصویر ہے جس کو بلا تبصرہ پیش کر دیا گیا ہے۔

اردو پڑھیئے
اردو لکھیئے
اردو بولیئے

طلبہ کا صفحہ

آئین جواں مرداں

از:- سید عبدالرشید

شام کا دھندلکا چھا چلا تھا۔ اور تھکا ہارا مسافر سورج۔ اپنی ضیا اکرنیں آہستہ آہستہ سمیٹ رہا تھا۔ دھوپ کی تمازت بتدریج کم ہوتی جارہی تھی۔ پرندوں کے غول کے غول چہچہاتے ہوئے اپنے آشیانوں کی طرف اڑتے چلے جارہے تھے۔ تھوڑی ہی دیر بعد لیلائے شب کے شانوں پر سیاہ گیسو مچلنے لگے۔ اور مسجد نبوی سے اذان کی آواز آنے لگی اور لوگ اپنے اپنے کاموں کو چھوڑ کر نماز کے لئے دوڑ پڑے۔ اور پھر چند ہی منٹوں کے بعد مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر لوگ اپنے اپنے مکانوں کی طرف رواں دواں نظر آنے لگے اور کچھ لوگ نوافل اور اوراد میں مشغول ہوگئے خلیفہ وقت ابوجعفر منصور طواف میں مشغول ہوگئے چاروں طرف مکمل سکوت و تاریکی کی حکمرانی تھی۔ چاند اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ دامن افق پر آنے کیلئے پر تول رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد چاند سطح آسمان پر نمودار ہوا اسکی صاف اور سادہ روشنی میں بخوبی دیکھا جاسکتا تھا کہ ایک شخص جو غمگین و افسردہ، درد و غم کا مجسمہ بنا ہوا نہایت درد انگیز اور پرسوز لہجہ میں بارگاہ الٰہی میں ہاتھ پھیلائے ہوئے کچھ عرض و معروض کر رہا تھا۔

ابوجعفر منصور کو طواف کرتے ہوئے چند ہی لمحے گذرے تھے کہ یکایک اس کے کانوں سے ایک آواز ٹکرائی۔ کوئی خدا کے حضور میں آہ و زاری کر رہا تھا اور نہایت درد انگیز لہجہ میں کہہ رہا تھا۔

"اللھم انی اشکوا الیک ظہور البغی والفساد فی الارض مما یحول بین الحق واھلہ من الطمع"

اے میرے مالک و پروردگار روئے زمین پر فتنہ و فساد عام ہوگیا ہے اور لوگ ناجائز طریقہ سے مال کو حاصل کرنے کے حریص و متمنی ہیں۔

خلیفہ وقت ابوجعفر منصور نے یہ کلمات سنے تو وہ گھبرا گیا اور اس کے چہرہ پر غم و غصہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اس نے فوراً ہی ایک آدمی اس شخص کو بلانے کے لئے بھیجا اور خود مسجد نبوی کے ایک گوشہ میں بیٹھ گیا تھوڑی ہی دیر بعد ایک شخص خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا اس وقت اس کا چہرہ رنج و غم، تقدس و پاکیزگی کا ایک حسین امتیاز پیش کر رہا تھا — ابھی تم کیا کہہ رہے تھے؟ اچانک ابوجعفر منصور کی کرخت آواز مسجد نبوی میں گونجی۔ اور کس کے بارے میں کہہ رہے تھے۔ کہ لوگ ناجائز طریقے سے مال و دولت کو حاصل کرنے کی خواہش کرنے لگے ہیں اور روئے زمین پر بگاڑ و خرابی پیدا ہوگئی ہے۔

اے امیر المومنین! اگر آپ جان کی امان دیں تو میں ابھی ان تمام امور کو آپ پر منکشف کردوں ورنہ مجھے کسی اور کو بتانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ اس شخص نے جرأت مندی سے جواب دیا۔ تم کو میری جانب سے جان کی امان دیجاتی ہے۔ ابوجعفر منصور نے کہا۔

جس شخص کی وجہ سے یہ زمین فتنہ و فساد اور بغاوت و سرکشی سے بھر گئی ہے وہ آپ کی ذات ہے اور جس کی وجہ سے لوگ ناجائز طور پر مال و دولت کی حرص کرنے لگے ہیں وہ بھی آپ کی ذات ہے اس شخص نے بے باکی کا مظاہرہ کیا۔

یہ سب خرابیاں میری وجہ سے کیوں ہیں جبکہ میں تنہا اس سلطنت کے سیاہ و سفید کا مالک ہوں۔ ابوجعفر منصور کا غصہ اب انتہائی عروج پر تھا۔

اس شخص نے نہایت جرأت و لاپرواہی سے جواب دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے تمام بندوں کے امور اور جان و مال کا ذمہ دار بنایا ہے۔ لیکن آپ نے اس اہم ذمہ داری سے غفلت اور لاپرواہی برتی جس کی وجہ سے یہ تمام خرابیاں ظہور میں آئیں۔ نیز آپ کا حال یہ ہے۔ کہ دن بھر آرام دہ قصر شاہی میں قیام کرتے ہیں اور کبھی کسی مظلوم، حاجتمند اور بے کس سے ملنے کی زحمت نہیں گوارہ کرتے اور نہ کبھی کسی کو اپنے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت دیتے ہیں آپکے دربار میں صرف چند نامزد اور مخصوص حضرات کے علاوہ کسی کی رسائی ممکن نہیں ہے اور وہی آپ کے مشیر کار اور وزیر و ہمنشیں بھی ہیں، اور انہی لوگوں کو آپ نے اپنی مظلوم، بیکس اور حاجتمند رعایا کے حالات معلوم کرنے پر مامور فرمایا ہے اور اسی طرح سے آپ نے چند خاص لوگوں کو زکوٰۃ و صدقات اور ٹیکس کی وصولیابی پر مامور فرمایا ہے چنانچہ جب ان مخصوص طبقوں نے آپ کی یہ حالت دیکھی کہ آپ اپنی رعایا سے بالکل غافل اور بے پرواہ ہیں اور ہم سے کسی بارے میں کوئی سوال نہیں کرتے بلکہ ہم جو کچھ کہتے ہیں اسے آپ صحیح مان لیتے ہیں تو ان کو اس طرح سے آزادی ملی انھوں نے موقعہ غنیمت جان کر اس سے فائدہ اٹھایا اور آپس میں یہ صلاح و مشورہ کرلیا کہ خلیفہ تک کوئی معاملہ براہ راست نہ پہونچ سکے مزید یہ کہ جب عوام نے آپ کے مخصوص حضرات کی یہ روش دیکھی تو مجرم اور ظالم طبقہ نے ہدایہ کی شکل میں انکو بڑی بڑی رشوتیں پیش کرنا شروع کیں اور اس کے ذریعے اپنے ظلم و جرم کی پردہ پوشی کے خواستگار ہوئے اور اسی حال میں اگر کسی مظلوم شخص نے آپ کے دروازہ پر دستک دینی چاہی تو آپ کے انہی مخصوص لوگوں نے اسے آڑے ہاتھوں لیا اور اس کو معتوب ہو کر وہاں سے جانا پڑا۔ اور اگر مظلوم شخص اپنی بات پر مصر رہتا ہے اور ظالم کے خلاف حکام سے مدد چاہتا ہے تو وہ حضرات اس سے بری طرح پیش آتے ہیں اور اس کو ایسی سخت سزا دلواتے ہیں کہ وہ دوسرے مظلوموں کی زبان بند کردیتی ہے۔ اس لئے مظلوم طبقہ آپکے حکام سے اسقدر خوف کھاتا ہے کہ وہ ظالم کے خلاف ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکال سکتا اور وہ زبان حال سے کہتا ہوا نظر آتا ہے ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

آپ کے بیت المال میں ان بیواؤں یتیموں اور غریبوں و مسکینوں کا بھی حق ہے لیکن ان تک نہیں پہونچ پاتا۔

دوسری طرف جب ان اعمال نے جنکو آپ نے ٹیکس وغیرہ وصول کرنے کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ آپ کو غفلت میں دیکھا تو انھوں نے بھی خیانت کرنا شروع کردی جب رؤسا و امراء نے ان عمال کی ذہنیت پرکھ لی تو انھوں نے زکوٰۃ و صدقات اور ٹیکس کی رقم کے بجائے انکو ہدیہ پیش کرنا شروع کردیا۔ چنانچہ وہ مال جو بیت المال میں پہونچ کر غریبوں، مسکینوں اور بیواؤں، یتیموں کے کام آتا۔ انہی لوگوں میں بٹ جاتا ہے اور وہ لوگ محروم رہ جاتے ہیں اور آپ کا حال یہ ہے کہ بالکل مطمئن بیٹھے ہیں نہ آپ کو کسی تحقیق کی ضرورت ہے اور نہ کسی کی تفتیش کی حاجت ہے ___ یہی وہ اصل اسباب ہیں جس کی وجہ سے خدا کی یہ سرزمین فتنہ و فساد اور ظلم و حق تلفی کی آماجگاہ بن گئی۔ اور وہی مخصوص حضرات آپکی سلطنت میں آپ کے شریک بن گئے۔ اور آپ کو ابتک کچھ خبر نہیں بلکہ اب بھی

غفلت کی میٹھی نیند سو رہے ہیں آپکو چاہئے کہ جن لوگوں کو آپ نے ان امور پر مقرر فرمایا ہے ان سے پوچھ گچھ کریں اور ان خرابیوں کے اسباب معلوم کرکے حتی الامکان ان کو مٹانے کی کوشش کیجئے اور پھر مجرموں و ظالموں کو کیفر کردار تک پہونچائیے۔

یتیموں و بیواؤں اور غریبوں و مسکینوں کی مدد کیجئے۔ مظلوموں کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ کیجئے اور عوام کی فریاد رسی کریئے۔

امیر المومنین! آپ خدائے تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ یقین ہے کہ سب کو ایک دن مرنا ہے اور اپنے کئے کا حساب دینا ہے۔ لیکن پھر بھی آپ اپنی رعایا کی جانب سے اسقدر غافل اور بےخبر ہیں۔ اور آپ پر جو ذمہ داری ڈالی گئی ہے اس سے کوتاہی برت رہے ہیں۔ ایک طرف چین کا بادشاہ ہے جو مشرک ہے اور اسے بعث بعد الموت پر یقین بھی نہیں ہے لیکن پھر بھی اپنی رعایا کا بہت خیال رکھتا ہے اور ان کی خبرگیری کرتا ہے اور حتی الامکان ان کی ہر تکلیف و مصیبت کو دور کرتا ہے ایک مرتبہ اس کی قوت سماعت جواب دے گئی تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اس کے وزراء نے جب اسے صبر کی تلقین کی تو وہ کہنے لگا ___ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں تکلیف یا درد کی شدت سے رو رہا ہوں؟ نہیں! بلکہ محض اس لئے رو رہا ہوں کہ جب میرے دروازہ پر کوئی مظلوم شخص دستک دیگا تو میں اس کی آواز نہ سن سکوں گا۔ اس دن سے اس نے یہ اعلان کرادیا کہ مظلوم شخص کے علاوہ کوئی سرخ رنگ کا کپڑا نہ پہنے اور اس نے اسی دن سے صبح و شام گشت کرنا اپنا معمول بنالیا تاکہ وہ مظلوم کی مدد کرسکے۔ کیا آپ کے یہاں قتل سے بھی زیادہ سخت کوئی سزا ہے؟ اجنبی نے دریافت کیا: نہیں! ابوجعفر منصور نے جواب دیا اس کا سارا غصہ اب کافور ہوچکا تھا۔ اور رات کی تاریکی سے دن کی روشنی میں آچکا تھا۔ تم قیامت کے دن اپنے اس مالک حقیقی کو کیا جواب دوگے جس نے بادشاہت جیسا عظیم اور اہم کام آپ کو سونپا ہے۔ اس کی غفاری و ستاری کا عالم یہ ہے کہ وہ اپنے بڑے سے بڑے مجرم کو بھی قتل کی سزا نہیں دیتا ہے اور آپ کی شقاوت و بربریت کا یہ حال ہے کہ بے قصور لوگوں قتل کا فرمان جاری کرتے ہیں وہ آپ کے ہر ارادہ سے باخبر ہے اور آپ کی ہر حرکت و جنبش کو جانتا ہے کیا قیامت کے دن جب کہ نفسی نفسی کا عالم ہوگا اور ہر شخص سے محاسبہ ہوگا یہ جمع کی ہوئی دولت کے انبار آپکو کوئی فائدہ پہنچا سکے گی؟ یا آپکو شعلہ زن آگ سے نجات دلا سکے گی ___ یہ جملے سن کر ابوجعفر منصور کی آنکھوں سے دجلہ و فرات کے سوتے ابل پڑے اور ان کے دامن کو تر کرنے لگے۔ منصور نے کہا کاش میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا ___ اچانک ابوجعفر منصور کی بھرائی ہوئی آواز فضا میں بلند ہوئی ___ اے امیر المومنین لوگوں میں کچھ ایسے شخص بھی ہوتے ہیں جو نیک نفس اور مخلص ہوتے ہیں اپکو چاہئے کہ آپ ایسے ہی لوگوں کو اپنا مشیر کار بنائیں اس طرح سے وہ اپنی بھی اصلاح کریں گے اور آپ کو بری باتوں سے روک کر آپ کے اصلاح کے بھی موجب بنیگے۔ ابوجعفر منصور نے کہا۔ میں نے جب بھی ایسے لوگوں کو بلایا تو انھوں نے میرے پاس آنے سے گریز کیا۔ اجنبی نے جواباً کہا وہ لوگ آپ سے اس لئے پرہیز کرتے ہیں کہ کہیں آپ انکو بھی اپنے راستہ پر چلنے کے لئے مجبور نہ کردیں اور وہ صراط مستقیم سے بھٹک جائیں اب آپ کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو ہر قید و بند سے آزاد کرکے اپنے دربار کو ہر شخص کے لئے عام کردیں اور انکو اس بات کی اجازت دیں کہ جب بھی وہ آپ کے پاس آنا چاہیں آجائیں مجرموں اور ظالموں کو سزا دلوائیں زکوٰۃ و صدقات اور مال غنیمت جائز طریقہ سے حاصل کریں اور انکا استعمال بھی صحیح محل پر کریں۔ ان سب امور پر عمل کرنے کے بعد میں اس بات کی ضمانت کرتا ہوں کہ وہی نیک نفس اور مخلص لوگ جو اس وقت آپ سے خائف ہیں اور کتراتے ہیں آپ کے پاس آئینگے اور اس معاملہ میں آپ کا ہاتھ بٹائیں گے۔ اور ہر ممکن کوشش کریں گے ___ اسی اثنا میں عشاء کی اذان ہونے لگی اور سب لوگ اپنے مالک و خالق حقیقی کے سامنے سربسجود ہوگئے۔ نماز ادا کرنے کے بعد ابوجعفر منصور پھر اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئے اور اس "اجنبی" کو بلوا بھیجا ___ جس وقت لوگ انہیں تلاش کر رہے تھے اسوقت وہ اپنا فریضہ ادا کرکے کہیں دور بہت دور رات کی تاریکی میں روپوش ہوچکے تھے۔ جب لوگ بے نیل و مرام ابوجعفر منصور کے پاس واپس آئے تو انہیں بڑا افسوس ہوا۔

یہی خدائے تعالیٰ کے نیک نفس اور مخلص بندے ہیں اور یہی وہ حق گو حق پرست، جری، بیباک اور نڈر لوگ ہیں جن کی وجہ سے سارے عالم کا نظام قائم ہے

آئین جوانمرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

بقیہ :- پاکیزہ کمائی

برعکس اسراف و فضول خرچی کی حد تک بات پہونچیگی تو اجر و ثواب نہ ہوگا۔ ہاں اگر حدود الٰہی سے تجاوز نہ ہوتا ہو تو اخراجات میں زیادتی مباح کا درجہ رکھتی ہے۔

(۲) فلاح و بہبود کے کاموں میں خرچ کرنا۔ جیسے مساجد، پل، شفاخانے، مدارس، فوجی تیاری کے کاموں اور اوقاف وغیرہ پر خرچ کرنا۔ اس سلسلہ کی رقم کا فائدہ اس وقت تک خرچ کرنے والے کو پہونچتا رہے گا جب تک کہ یہ ساری چیزیں باقی رہیں گی اور بندوں کو فائدہ پہونچاتی رہیں گی (۳) لوگوں کے درمیان صدقہ، مروت، تحفظ ناموس کے لئے یا مزدور کی اجرت کے طور پر خرچ کرنا ان میں سے ہر ایک بات باعث اجر و ثواب ہے۔ صدقہ فقراء و مساکین کا حق ہے یہ پروردگار کا غیظ و غضب سرد کرتا ہے اور صاحب صدقہ پھر قیامت کے دن سایہ فگن ہوتا ہے۔ مروت کے کاموں پر خرچ کرنے سے مراد ضیافت، ہدیہ اور اعانت ہے جو خوشحال و فارغ کو دی جاتی ہے۔ یہ صدقہ نہیں ہے کیونکہ فقیروں اور مسکینوں کے علاوہ دوسروں کو دیا جاتا ہے۔ اتفاق کی یہ بات بھی باعث اجر و ثواب ہے کیونکہ بندہ اسطرح بھلائی اور شرافت کا ثبوت دیتا ہے اور بھائی و دوست فراہم کرتا ہے۔ اسطرح یہ ثواب اور زیادہ ہوجاتا ہے۔ ہدیہ و ضیافت اور فقر و احتیاج کی شرط کے بغیر کھانا کھلانے کی فضیلت میں بکثرت احادیث ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس کا مقصد خوشنودی رب تعالیٰ کے علاوہ اور کچھ نہ ہو۔

تحفظ ناموس میں خرچ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ غیبت کرنے والوں اور بے وقوفوں کی زبانوں کو روکنے کے لئے کچھ پیسے خرچ کردیے جائیں، اسطرح ان کے شر سے محفوظیت حاصل ہوتی ہے۔ اور ہجو کا دروازہ بند ہوجاتا ہے۔ یہ بھی ایک دینی مقصد ہے۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے۔

"مسلمان جس بات سے اپنی عزت محفوظ رکھے وہ صدقہ ہے" اور کیونکر نہ ہو جب کہ غیبت کرنیوالے کو غیبت سے روکنا اور اس غیبت کی وجہ سے آنے والی دشمنی کو دور کرنا صدقہ کے حکم ہے۔ مزدور کی مزدوری کے طور پر ادا کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ منڈی، کارخانے، کھیتوں یا گھر وغیرہ پر جو مزدور کام کرتے ہوں ان کی مزدوری نہ روکی جائے بلکہ ادا کی جائے۔ یہ بھی باعث اجر و ثواب ہے۔ کیونکہ مزدور کیلئے آپ نے ایک شریف کام فراہم کیا ہے جس سے وہ اپنی روزی فراہم کرتا ہے۔

کوائفِ دار العلوم

● —— حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زید مجدہٗ حجاز مقدس کے طویل سفر کے بعد براہ پاکستان ۹ ذی قعدہ کو دہلی واپس تشریف لے آئے ہیں۔ یہاں سے استاذ محترم مولانا سید ابو الحسن علی صاحب ندوی اور محبی مولانا معین اللہ صاحب صاحب ملاقات کے لئے دہلی تشریف لے گئے تھے اب وہاں سے واپس لکھنؤ تشریف لے آئے ہیں۔

● —— دار العلوم میں جدید طلبہ کا داخلہ ۶ شوال سے شروع ہوا تھا جس کا سلسلہ اب ختم ہوگیا ہے، اور تعلیم ۲۰ شوال سے جاری ہے۔ اب کوئی صاحب ذوق داخلہ کے لئے آنے کی زحمت نہ کریں۔

● —— دار العلوم ندوۃ العلماء کو عطیات کی رقوم روانہ کرتے وقت بعض احباب اپنا نام و نشان اور پتہ سہواً درج نہیں کرتے اور یہاں دفتر میں کسی وقت کوپن پر فارم سے نام و پتہ کا اندراج رہ جاتا ہے جس کی وجہ سے ایسی رقوم اپنی متعینہ "مد" میں جمع ہونے کے بجائے "امانت" میں رہتی ہیں۔

اس لئے احباب سے استدعا ہے کہ وہ منی آرڈر لکھتے وقت پوری احتیاط سے اندراجات کیا کریں —— تاکہ دفتر کو پریشانی نہ ہو، اور بروقت رسید پہونچ جایا کرے۔

● —— سابقہ اشاعتوں میں یہ بات آچکی ہے کہ شدید ضرورت کی وجہ سے دار العلوم کے طلبہ کے لئے دار الطعام کی چھت کا کام جو عرصہ سے رکا ہوا تھا اب قرض لے کر اس کا تکملہ کیا جا رہا ہے۔ بحمد اللہ کہ ۳۔ ۴ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ کو ۲۳ گھنٹے مسلسل کام لگنے کے بعد دار الطعام کے ہال کی چھت پڑگئی اور خیال یہ ہے کہ انشاء اللہ عید الاضحیٰ کی تعطیل کے بعد اس کا عملی افتتاح بھی ہو جائے گا، احباب کی توجہ اور ان کی دعا کی ضرورت ہے۔

● —— مولانا محمد ہاشم صاحب مظاہری اپنے گجرات کے سفر سے واپس آگئے ہیں اس سلسلہ میں مولانا کے ساتھ جن جن احباب نے تعاون فرمایا ہے ہم ان کے مشکور ہیں اللہ تعالیٰ سب کو جزاء خیر دے، مولانا موصوف چند یوم توقف کے بعد راجستھان کے سفر کے لئے روانہ ہوں گے۔

● —— حکیم فقیر الدین صاحب ندوی غازی پور، بلیا، دربھنگہ، کے دورہ پر ہیں احباب سے تعاون کی درخواست ہے۔

● —— منشی عثمان غنی صاحب بہت جلد اپنے حلقہ پر پہونچنے والے ہیں۔

● —— رمضان المبارک کے مقدس موقع پر جن دوستوں نے دار العلوم کے اساتذہ کرام اور سفراء کے ساتھ تعاون کیا ہے ہم ان کے مشکور ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو جزاء خیر دے۔

از

مولانا عبد السمیع صاحب ندوی

محسنِ عالم

ماہر القادری صاحب

کچھ کفر نے فتنے پھیلائے کچھ ظلم نے شعلے بھڑکائے
سینوں میں عداوت جاگ اٹھی انسان سے انساں ٹکرائے

پامال کیا برباد کیا کمزور کو طاقت والوں نے
جب ظلم و ستم حد سے گزرے تشریف محمدؐ لے آئے

رحمت کی گھٹائیں لہرائیں دنیا کی امیدیں بر آئیں
اکرام و عطا کی بارش کی اخلاق کے موتی برسائے

تہذیب کی شمعیں روشن کیں اونٹوں کو چرانے والوں نے
کانٹوں کو گلوں کی قیمت دی ذروں کے مقدر چمکائے

اللہ سے رشتہ کو جوڑا باطل کے طلسموں کو توڑا
خود وقت کے دھاروں کو موڑا طوفان میں سفینے تیرائے

تلوار بھی دی قرآں بھی دیا دنیا بھی عطا کی عقبیٰ بھی
مرنے کو شہادت فرمایا جینے کے طریقے سمجھائے

مکہ کی زمیں اور عرش کہاں دم بھر میں کہاں پل بھر میں کہاں
پتھر کو عطا کی گویائی اور چاند کے ٹکڑے فرمائے

مظلوموں کی فریاد سنی مجبوروں کی غم خواری کی
زخموں پہ خنک مرہم رکھے، بے چین دلوں کے کام آئے

عورت کو حیا کی چادر دی غیرت کا غازہ بھی بخشا
شیشوں میں نزاکت پیدا کی کردار کے جوہر چمکائے

توحید کا دھارا رک نہ سکا اسلام کا پرچم جھک نہ سکا
کفار بہت کچھ جھنجھلائے شیطاں نے ہزاروں بل کھائے

اے نامِ محمدؐ صلّی علیٰ ماہرؔ کیلئے تو سب کچھ ہے
ہونٹوں پہ تبسم بھی آیا آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے